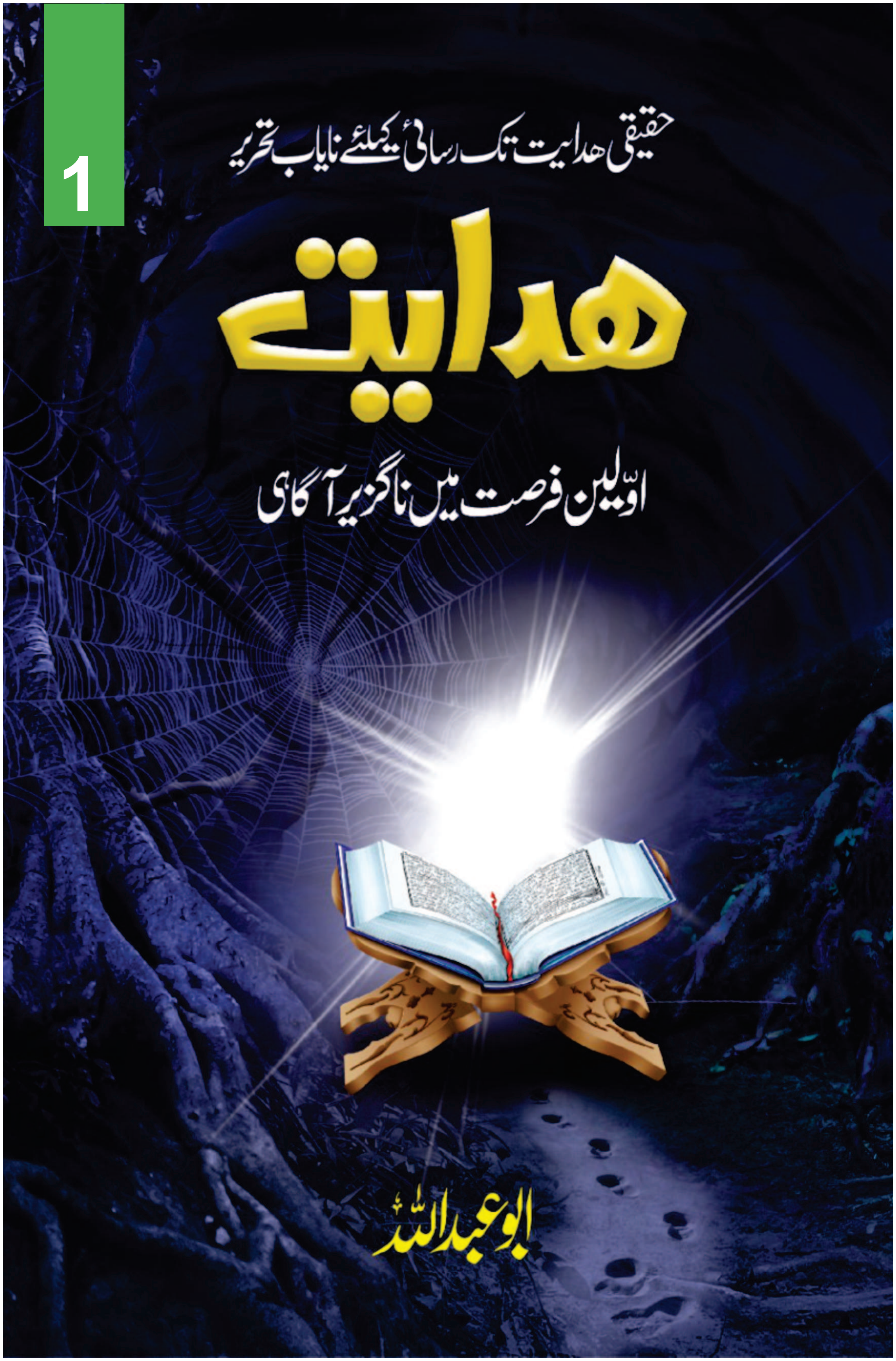
1
حقیقی ھدایت تک رسائی کیلئے نایاب تحریر
ھدایت
اوّلین فرصت میں ناگزیر آگاہی
ابوعبداللہ

تحریر نمبر 1

حقیقی ھدایت تک رسائی کیلئے نایاب تحریر

ھدایت

اولین فرصت میں ناگزیر آگاہی

ابو عبداللہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: ھدایت اوّلین فرصت میں ناگزیر آگاہی

تالیف: ابو عبداللہؒ

اشاعت اول: 2023ء ...... (۱۴۴۴ھ)

ہمارا عزم

- ❖ فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ۔
- ❖ اخلاص و سچائی کی ترویج۔
- ❖ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا۔
- ❖ سلف کے فہم سے استفادہ کرنا۔
- ❖ احتیاط اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا۔
- ❖ اعتدال پر رہنا۔
- ❖ ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے: ''حق اور سچ کو من وعن واضح کرنا۔''

قرآن و سنت کو من وعن بیان کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے لیکن انسان کی کاوش خطا سے پاک نہیں۔ اس لیے کہیں بھی کوئی بات قرآن و سنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ہمیں مطلع کریں، اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو ان شاء اللہ فوراً رجوع کریں گے۔ اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ (آمین)

انتساب

❀...... ان سچے، مخلص، امانت دار، سلیم الفطرت لوگوں کے نام جو سچائی کے طالب ہیں، لیکن مسلک پرستی اور فرقہ واریت کی گرد کی بنا پر سچائی کی پہچان ابلیس نے جن کے لیے مشکل بنا دی ہے۔تعصّبات سے پاک یہ تحریر ان شاء اللہ ابلیس کے طاقتور دھوکوں کو بے نقاب کردے گی اور ایسے خوش نصیبوں کے لیے عظیم رہنمائی وسعادت ثابت ہوگی۔

❀......حمد وثنا اس معبود برحق رب العالمین کی جس کے قبضہ وقدرت کی بدولت کائنات قائم ودائم اور رواں دواں ہے۔

❀...... کروڑوں رحمتیں اور درود وسلام ہو اللہ کے برگزیدہ انبیاء ورسل علیہم السلام اور بالخصوص اس کے پیارے حبیب جنابِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، جنہوں نے مشکلات جھیل کر اللہ تک پہنچنے کی شفاف راہ فراہم کی۔

❀...... اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان اولیاء کرام، بزرگان دین پر جنہوں نے توحید ورسالت پر قائم رہ کر دنیا کو آخرت کے تابع کر کے مرغوبات نفس کو لگام ڈال دی۔

فہرست مضامین

❀ قرآن مجید کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی ---------------------------- 7

❀ تحریر کا مقصد -- 14

❀ **باب ۱**: ہدایت سے مراد؟ -- 15

❀ **باب ۲**: ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ------------------------------ 24

❀ **باب ۳**: ہدایت کس کو نصیب ہوگی؟ -- 30

❀ **باب ٤**: حق سامنے آنے پر تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی وجوہات؟ ---------- 34

❀ **باب ٥**: اخلاص وسچائی......قبولیت حق کی بنیادی شرط -------------------- 39

❀ **باب ٦**: اخلاص وسچائی اور طلب وجستجو سے محرومی کے تباہ کن نتائج --------- 44

❀ **باب ۷**: گمراہی کے چور دروازے -- 50

❀ محترم ساتھیو -- 88

❀ جلدی کریں -- 89

❀ ہماری دعوت -- 90

❀ ہماری اہم تحاریر -- 91

❀❀❀❀❀

قرآن مجید کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی

درج ذیل روایت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیات مسلمانوں کی ہدایت کے لئے پیش نہیں کی جاسکتیں، روایت یہ ہے:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں ان کو وہ مومنوں پر چسپاں کردیتے ہیں۔'' ❶

اس روایت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات مسلمانوں کے لیے بطور تنبیہ واصلاح بنیاد نہیں بنائی جاسکتیں بہت بڑی ہلاکت اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ حقیقت سے آگاہی کے لیے تفصیل پیش خدمت ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خارجیوں کو بُرا جاننے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آیات میں کفار ومشرکین کی جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد لیتے اور قرآن مجید کی غلط تاویل کرتے جیسے:

(i)...... گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے۔

(ii)...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے (نعوذ باللہ) کہ اُنھوں نے ایک دوسرے کے خلاف تلوار اُٹھائی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان وعمل ہماری طرح تو نہیں تھا کہ کلمے کا بھی اقرار ہے اور ساتھ ساتھ جھوٹ، ملاوٹ، بدعہدی، بددیانتی، خیانت، شرک، بدعات سمیت ساری برائیوں پر بھی کارآمد ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں چونکہ یہ خرابیاں نہیں تھیں تو کفار کے حق میں نازل ہونے والی

---

❶ صحیح بُخاری: کتابُ استتابة المرتدین.

آیات جن میں کافروں کی خرابیوں کی نشاندہی کی جائے ان آیات کو صحابہ رضی اللہ عنہم پر لگانا درست نہیں۔لیکن کلمے کے باوجود ہمارے اندر کافروں والی ساری خرابیاں: شرک، بدعات، جھوٹ، ملاوٹ، بدعہدی، بددیانتی، بے حیائی......موجود ہوں اور بطور اصلاح آیات پیش کئے جانے پرخارجیوں کےنقش قدم پر چلنا قرار دے کر بدترین مخلوق قرار دینا شیطانی دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔یعنی اگر کسی کو ناپ تول میں کمی سے باز کرنے کے لیے ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١﴾ یعنی ''ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے''...... سنانے والا بدترین ہوگا یا جو ان خرابیوں پر اصلاح نہ کرے وہ قابل ملامت ہوگا۔؟اسی طرح قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے۔اب اگر کوئی کلمہ گوظلم و ناانصافی پر کاربند ہو تو اس کی اصلاح کے لیےظلم پر قرآن سے وعید ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝١٨﴾ ''سن رکھو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' اسی طرح جھوٹوں پر لعنت کی وعید...... سنانے والا کیا بدترین مخلوق ہوگا......؟ اسی طرح شرک سمیت دیگر بے شمار خرابیوں میں ملوث مسلمانوں کو ہلاکت کی دلدل سے نکالنے کیلئے قرآن سے اصلاح کرنے والے کیا بدترین مخلوق ہوں گے......؟ شیطان کے ان طاقتور دھوکوں میں آ کر حقیقت سے دور رہنے والے بدنصیبوں کو تو موت کے وقت ہی سمجھ آئے گی۔اس وقت وہ روئیں گے چلائیں گے کہ کاش انہیں کوئی متنبہ کر دیتا......!

قرآن مجید میں کفار میں پائی جانے والی برائیوں کو واضح کیا گیا ہے تا کہ جو اپنی اصلاح کرنا چاہے وہ کر سکے۔نجاست نجاست ہی رہے گی خواہ کسی ٹھیکرے میں ہو یا ریشم میں لپیٹ دی جائے۔ جن عقائد وافعال (شرک، بدعات، جھوٹ، خیانت، بدعہدی، ملاوٹ، دھوکہ دہی، ظلم، قتل و غارت، جادو......) پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر کفار کے لئے سخت وعیدیں نازل ہوئی ہیں وہی کام اگر کلمے کے اقرار کے ساتھ کیا جائے (جو کہ کیا جا رہا ہے) تو ہم مجرم قرار نہ پائیں گے......؟ بطور اصلاح ہمیں ان غلط کاموں پر تنبیہات پر مبنی آیات سے عبرت پکڑنی چاہئے یا یہ کہہ کر ان آیات سے چشم پوشی کرنی چاہئے کہ یہ تو کافروں کے لیے ہیں؟ یوں تو

قرآن کا تھوڑا سا حصہ ہمارے لئے رہ جائے گا کیونکہ زیادہ تر حصہ کفار ومشرکین کے حق میں ہی نازل ہوا ہے تاکہ انکی خرابیوں کو واضح کر کے اہل ایمان کو بچایا جاسکے۔اسی لئے قرآن پاک کا خطاب کفار مکہ کے ساتھ ساتھ پوری نسل انسانی کے لیے قیامت تک کے لیے ہے، جس کی صداقت پروردگار نے خود یوں فرمائی:

❀ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴾

(الفرقان: 1)

''نہایت ہی بابرکت ہے وہ اللہ جس نے یہ فرقان (حق اور باطل میں فرق کرنے والا مجموعہ) اپنے بندے پر اتارا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔''

❀ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ﴾ (التکویر: 27)

''یہ (قرآن) تو تمام جہاں والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کا واقعہ قرآن مجید میں بیان کرنے کے بعد اسے بیان کرنے کا مقصد بھی بیان فرمادیا تاکہ جو کوئی بھی اسے سنے وہ اس پر غور فکر کرکے اپنی اصلاح کرے، ارشاد ہوا:

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(الاعراف: 176)

''سو اس کی مثال ہوگئی مانند کتے کی، اگر بوجھ لادو اس پر تب بھی زبان لٹکائے اور چھوڑ دو اسے تب بھی زبان لٹکائے۔یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیات کو، سو بیان کرو ان کے سامنے یہ قصہ (احوال) شاید (لوگ) غور وفکر کریں۔''

فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھتے ہوئے اپنے ذہن ومسلک کے خلاف آنے والی قرآن کی آیات سے اعراض، ان کی غلط تاویل وتحریف کرنے والے کلمہ گولوگوں کی تعداد کوئی کم تو نہیں......؟ کیا ان کے لئے اس آیت کریمہ میں سبق نہیں؟ ہر آیت ہمارے لئے ایک آئینہ ہے جس کے سامنے ہمیں اپنے آپ کو پیش کرکے اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

ان روشن آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک کی تمام آیات خواہ وہ کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہوں عبرت ونصیحت کے اعتبار سے وہ مسلمان اور کفار سب کے لیے ہیں۔ یہ غلط فہمی مکار ابلیس نے صرف اس لیے پیدا کی ہے تاکہ لوگ ناکام ہو کر دنیا سے چلے جائیں۔

بات کو سمجھنے کے لئے کئی آیات میں سے صرف ایک آیت پیش کی جاتی ہے جو خالصتاً کفار کے حق میں نازل ہوئی، اور سب مسلمان اسے اپنی تقاریر کی بنیاد بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

(آل عمران: 31)

”(اے نبی) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔“

شانِ نزول:

یہ آیت کریمہ یہود ونصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کے زبانی دعویٰ محبت کو آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا۔ اس سے اگلی آیت میں بات کو مزید واضح کیا گیا چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾﴾

(آل عمران: 32)

’’(اے نبی) ان کو فرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کفار کی روش ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آیت جو صریحاً کفار کے حق میں نازل ہوئی، جس کے مخاطب یہود و نصاریٰ تھے۔ فی زمانہ علماء حضرات جب مسلمانوں کو مخاطب کر کے اس آیت پر گھنٹوں تقاریر کرتے ہیں تو اس وقت انہیں خارجیوں پر وعید والی مذکورہ روایت کیوں یاد نہیں رہتی؟ اور جب ان کی غلطیوں کی نشاندہی والی آیات آتی ہیں تو ان سے چشم پوشی کر جاتے ہیں کہ یہ کفار کے لیے ہیں......؟

نوٹ: قابلِ غور بات یہ ہے کہ (صحیح بُخاری "کتابُ الاعتصام" حدیث نمبر: 3456) کے تحت آنحضور ﷺ یہ خوفناک پیشگی خبر دے چکے ہیں کہ سابقہ اقوام بالخصوص یہود و نصاریٰ میں پائی جانے والی تمام خرابیاں میری امت میں بھی پائی جائیں گی۔ اس کے تحت قرآن کی ساری آیات بطور نصیحت تمام مسلمانوں کے لیے ناگزیر ہیں۔ تاہم ہمیں کسی کو ذاتی طور پر نشانہ بنائے بغیر قرآن کی آیات سے رہنمائی لینی چاہیے۔

اُمید ہے مذکورہ حوالے سے آپ بات سمجھ چکے ہوں گے کہ قرآن مجید کی وعیدیں ہم سب کی ہدایت کے لئے ہیں۔

حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند علماء حضرات سے ملاقات کی لسٹ

نمبر شمار	عالم کا نام	مکتبۂ فکر	تاریخ
1	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	95,96,98, 2001
2	مولانا محمد الیاس قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	10-10-1999, Aug-2000
3	پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب	اہلسنت	2003, 2004
4	پیر محمد زاہد صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2006, 2007
5	مفتی محمد علیم الدین صاحب	اہلسنت (بریلوی)	16-12-2006
6	مفتی منیب الرحمٰن صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
7	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
8	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	اہلسنت (داعی تحریک خلافت)	2007،2008
9	پیر نصیر الدین نصیر صاحب	اہلسنت (بریلوی)	3-08-2007
10	مفتی محمد طیب صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Aug. 2007
11	مولانا جمشید صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Nov. 2007
12	مفتی انصر باجوہ صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	2008
13	انجینئر آصف قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	25-01-2008
14	مولانا مظہر اللہ غلام قمر سیالوی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	Mar. 2008
15	علامہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن حفیظ صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
16	علامہ حافظ زبیر علی زئی صاحبؒ	اہلسنت (اہلحدیث)	May 2008
17	ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	Feb. 2009
18	علامہ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب	اسلام (قرآن وسنت)	2010
19	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2011
20	جناب ثاقب اکبر صاحب	اہل تشیع	2012
21	مولانا اسحاق صاحب	اسلام (اتحاد امہ)	2012
22	ابو یحییٰ صاحب	اسلام	2017
23	جاوید احمد غامدی صاحب	اسلام	2017

حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1-تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبۂ فکر کی	2-شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3-جاءالحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4-شرح صحیح مسلم/ تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5-تفہیم البخاری	غلام رسول سعیدی صاحب	6-جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7-تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8-مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9-غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10- توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11-حیات النبی، مسئلہ استغاثہ	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12 - بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13-میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14-توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب
15-الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ صاحب	16-جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17-کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18-رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم قشیریؒ صاحب
19-جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	20-جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21-مقالات، رسائل الحدیث	حافظ زبیر علی زئی صاحب	22-شرک کیا ہے؟	مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23-جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24-جملہ تصانیف	جناب ثاقب اکبر صاحب
25-حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب	26-شرک کے چور دروازے	حافظ حامد محمود الحضری صاحب
27-کلمہ گو مشرک	ابوالحسن مبشر احمد ربانی صاحب	28-فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29-اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30-دین میں تقلید کا مسئلہ	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31-مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32-حقیقت التقلید	ابو محمد امین اللہ البشاوری صاحب
33-حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34-صراط مستقیم و عقیدہ مسلم	پروفیسر سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35-تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36-شرک کی حقیقت	نورالحسن شاہ بخاری صاحب
36-شیعیت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37-پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تیجانی ساوی صاحب
38-المراجعات	عبدالحسین شرف الدین موسوی صاحب	40-پاکستان کے دینی مسالک	جناب ثاقب اکبر صاحب
39-آئینہ وہابیت	استاد جعفر سبحانی	41-امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریر کا مقصد

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین و علی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد!

تقریباً بیس سال بلاتعصب ہدایت کی تلاش کی انتھک محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فضل فرماتے ہوئے حقیقی ہدایت کی راہیں کھولیں۔ ہدایت سے کیا مراد ہے؟ ہدایت کے ضمن میں قرآن کی ترجیحات کیا ہیں؟ لوگ حق بات تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ ہدایت کی راہ میں شیطان کون کون سی رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے؟ لوگ گمراہی کو حق سمجھ کر کیوں اختیار کرتے ہیں؟ انسان خودفریبی کا شکار کیوں ہوتا ہے......؟ اللہ کس کو ہدایت پر لائے گا اور کسے ہدایت سے دور رکھے گا......؟ ان سارے سوالوں کی حقیقت واضح کرنا اس تحریر کا بنیادی مقصد ہے تاکہ ہدایت کے متلاشیوں کے لیے راستے کی رکاوٹوں کو پہچان کرانہیں دور کر کے نور ہدایت تک پہنچنا آسان ہوجائے۔ اس سے استفادہ کریں اور اس روشنی کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ اللہ ہمیں دنیا وآخرت کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

باب ۱:

ہدایت سے مراد؟

ہدایت کا مرکز ومحوراور اولین منبع اللہ کی کتاب یعنی قرآن حکیم ہے، جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ (الانعام: 6/ 71)

’’(اے نبی ﷺ) فرما دیجئے بلاشبہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔‘‘

اللہ کی ہدایت کا اولین سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔۔ پھر قرآن حکیم کی تعلیمات کا عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی یعنی قرآن کا عملی پہلو سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ سنت کا ماخذ قرآن حکیم، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تواتر ہے۔

’’قرآن حکیم کے احکامات، قرآن کی ترجیحات اور سنت کو دیانتداری سے سمجھنا اور اپنے ذہن، فرقے، مسالک، کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بغیر تاویل وتحریف کے بعینہ اسے من وعن تسلیم کر لینا ہدایت ہے۔ اپنی سوچ، اپنے من پسند فرقے، مسالک، اکابرین، علماء، امام، پیر حضرات کو قرآن وسنت کے تابع کر دینا ہدایت ہے جو کہ انتہائی مشکل کام ہے، یہ پہاڑ سر کرنے کے مترادف ہے۔‘‘

بڑی غلط فہمی:

اس ضمن میں فرقہ واریت کی بنا پر بڑی غلط فہمی یہ پیدا ہوچکی ہے کہ مختلف گروہ اپنے آپ کو ہدایت کا نمونہ، معیار اور پیمانہ سمجھتے ہیں۔ ہر گروہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہدایت کا معیار ہم ہیں جبکہ باقی گروہ گمراہ ہیں۔ اسی طرح دوسرے گروہ اسے گمراہ جبکہ اپنے آپ کو ہدایت کا معیار گردانتے ہیں۔ اس کے برعکس اصل حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کا پیمانہ، معیار اور نمونہ ہم یا

ہمارے فرقے اور مسالک نہیں بلکہ قرآن وسنت، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی راستہ ہے۔ ہم میں سے ہر فرد اور ہر گروہ کو اسی اصل معیار کے سامنے اپنے آپ کو ماپنے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک اس معیار ہدایت پر پورا اترنے والے ہیں۔؟

فتنوں کے وقت!

جب فتنے پیدا ہو جائیں، تو اس وقت ہدایت کو پانے کے لیے اولین درجے میں صرف اور صرف قرآن حکیم کو بنیاد بنائے بغیر انسان بچ نہیں سکتا جیسا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''سن لو عنقریب فتنے پیدا ہوں گے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی کتاب، اس میں سابقہ قوموں کے احوال اور مستقبل کی خبریں اور تمھارے مسائل کا حل ہے۔ وہ فیصلہ کن ہے بے فائدہ نہیں۔ جس نے از راہ تکبر اسے ترک کر دیا، اللہ نے اسے ہلاک کر ڈالا، جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے اسے گمراہ کر دیا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، وہ ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے۔ اس کی وجہ سے نہ خواہشیں ٹیڑھی ہوتی ہیں نہ زبانیں اختلاط والتباس کا شکار ہوتی ہیں اور نہ علماء اس سے سیر ہوتے ہیں۔ کثرت تکرار سے نہ وہ پرانی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں۔ وہ ایسی کتاب ہے کہ جسے سن کر جن بے ساختہ پکار اٹھے کہ ''ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو رشد و بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' جس نے اس کے حوالے سے کہا اس نے سچ کہا، جس نے اس کے مطابق عمل کیا وہ اجر پا گیا، جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف بلایا وہ صراط مستقیم پا گیا۔'' [1]

---

[1] جامع ترمذی، رقم: 2906، دارمی.

یہ تو کسی ایک آدھے فتنے کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے امت کو خبردار کیا کہ ان حالات میں صرف اور صرف قرآن حکیم کے ساتھ وابستہ ہوجانا۔ جبکہ فی زمانہ جس میں فتنوں کا سیلاب ہے: دنیا پرستی، مادہ پرستی،فرقہ پرستی، مسلک پرستی، جمود، اندھی وجامد تقلید، شرک، بدعات،حرص و ہوس......تو ان حالات میں قرآن حکیم کو بالائے طاق رکھ کر ہم ہدایت یافتہ کیسے ہوسکتے ہیں۔؟

روایت کی سند:

مذکورہ روایت میں کوئی بڑا نقص نہیں، کسی راوی کے مجہول ہونے اور حارث پر کلام کی بنا پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ چونکہ اس روایت میں کوئی بڑا نقص: کذب وغیرہ نہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ اس روایت کا مضمون دیگر بہت سی اول درجے کی صحیح احادیث اور بے شمار قرآنی آیات سے ہم آہنگ ہے۔ اس روایت کا ایک ایک لفظ درجنوں قرآنی آیات کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل استدلال ہے۔ اسی روایت کی تائید میں دیگر دلائل بھی عبرت ونصیحت کے لیے ملاحظہ فرمالیں:

سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

((اوصى النبى؟ فقال: لا فقلت :كيف كتب على الناس الوصية او امربها؟ قال: اوصى بكتاب الله .)) ❶

''کیا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو وصی بنایا تھا؟ انھوں نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کہ لوگوں پر وصیت کرنا کیسے فرض ہے یا وصیت کرنے کا کیسے حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے مطابق عمل کرتے رہنے کی وصیت کی تھی۔''

یعنی نبی کریم ﷺ کی امت کو وصیت کتاب اللہ کو بنیاد بنانے اور اس پر عمل پیرا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، غزوات کا بیان، رقم: 4460.

ہونے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاۙ﴾ (بنی اسرائیل: 17/ 9)

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کریں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔''

یعنی وہ راستہ، جس میں کوئی شک نہیں، کوئی ٹیڑھ نہیں، جو ایسا سیدھا ہے کہ جس میں بال برابر بھی گمراہی کو دخل نہیں، وہ قرآن کا راستہ ہے۔

جب اہل یہود اور مشرکین نے اپنے دین کے اندر بے بنیاد پگڈنڈیاں نکال کر دین میں فتنہ برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بنیادی دین کو اولین ترجیح کے ساتھ شرک سے بچنے اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی دس بڑے احکام دے کر شیطانی تزین سے بچا کر یوں خبردار کیا:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام: 6/ 153)

''اور یقیناً یہ (قرآن) کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے پس اسی کی پیروی کرو، اور اس کے برعکس مت پیروی کرو دیگر راستوں کی (اگر تم نے ایسا کیا) تو تم سیدھے راستے سے کٹ جاؤ گے۔ یہ ہے وہ چیز جس کی میں تمھیں تاکید کرتا ہوں تاکہ تم بچ جاؤ۔''

یہ آیت کریمہ صد فی صد مذکورہ حدیث مبارکہ کی ترجمانی کرتی ہے کہ جس کسی نے بھی قرآن سے ہٹ کر دیگر راستوں کی پیروی کی وہ ہدایت سے کٹ کر گمراہی کے راستے پر چڑھ جائے گا۔ لیکن افسوس کہ شیطان نے ہمارے لئے ان تنبیہات کو بہت ہلکا کر دیا ہے، ہمارے اوپر انکا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔!

بلکہ اس سے بڑھ کر بہت شدید سطح پر جا کر بھی خبردار کر دیا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿124﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿125﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿126﴾﴾ (طٰہٰ: 20/ 124 - 126)

''اور جس نے منہ پھیرا میرے ذکر (قرآن مجید) سے تو اس کے لیے زندگی کا جامہ تنگ کر دیا جائے گا اور ہم (اٹھائیں گے) قیامت کے دن اسے اندھا کر کے۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے اندھا کرکے، میں تو (پہلے بالکل) بینا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے! اسی طرح آئیں تھیں تیرے پاس میری آیات سو تو نے انھیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا۔''

یہ راستہ امت کی اکثریت نے چھوڑ جانا تھا جس کی شکایت بروز قیامت اللہ کے رسول ﷺ یوں کریں گے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿30﴾﴾ (الفرقان:30)

''اور عرض کریں گے رسول، اے میرے رب یقیناً میری امت نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔''

لیکن افسوس کہ ہمارے کان پر جوں نہیں رینگتی، ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بات سمجھ جائیں ورنہ بوقت موت طوطے اڑ جانے ہیں، اس وقت روئیں گے چیخیں گے کہ کاش کوئی بتلا دیتا، لیکن اس وقت پچھتانے کا کیا فائدہ۔! بچ جائیں اور قرآن حکیم کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ اپنی اربوں سال سے طویل اخروی زندگی بچانے کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ روزانہ کی بنیاد پر ایک صفحہ، ایک رکوع ضرور سمجھ کر پڑھیں۔ ضرورت پڑنے پر صرف مخلص اہل علم سے استفادہ کریں۔

بروز قیامت ہمارا محاسبہ بھی قرآن مجید پر ہوگا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((القرآن حجة لك او عليك .)) [1]

''(بروز قیامت) قرآن مجید تیرے حق میں حجت (دلیل رگواہی) بنے گا یا تیرے خلاف حجت بنے گا۔''

یقیناً ایسا ہونے والا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی بات سچ ہے۔ وہ لوگ جو قرآن مجید کو رہبر بنائیں گے قرآن ان کے حق میں دلیل بنے گا اور جو اسے پس پشت ڈال کر اس کے علاوہ باقی چیزوں کو رہبر بنائیں گے، تو قرآن ان کے خلاف حجت بن جائے گا۔ جس کے خلاف قرآن حجت بن گیا اس کا کیا بنے گا؟

آئیں اگر ہمیں اللہ نے زندگی اور تعلیم کی دولت سے نوازا ہے تو مرنے سے پہلے اس عظیم کتاب کو تھام لیں اور اسے اپنا دستور حیات بنالیں۔ مذکورہ دلائل کی روشنی میں ہر دینی رہنمائی کے لیے ہماری اولین بنیاد قرآن مجید ہو پھر قرآن کی رہنمائی کے تناظر میں دیگر علوم سے استفادہ کرنا چاہیے۔

ہدایت کے ضمن میں قرآن حکیم کی ترجیحات:

ہدایت کے ضمن میں قرآن حکیم کی ترجیحات کی لسٹ کچھ یوں ہے:

(1) اللہ کی وحدانیت　(2) رسالت

(3) فکر آخرت　(4) عبادات

(5) اخلاقیات و معاملات　(6) معاشیات

(7) جہاد

(1) اللہ کی وحدانیت:

اللہ سے تعلق شرک سے پاک۔ اللہ پر ایمان لے آنا کافی نہیں بلکہ اللہ کو خدائے واحد

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهاره.

مانے بغیر نجات نہیں۔شرک سے بچنا اور توحید باری تعالیٰ پر جم جانا قرآن کا اولین تقاضا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اس کی ذات وصفات اور اس کے حقوق میں کسی کو شریک کرنے سے بچ کر زندگی گزارنا اصل مطلوب ہے۔توحید باری تعالیٰ کو کما حقہ اپنا کر تعلق باللہ: یعنی اللہ کو اپنا حقیقی کارساز، مشکل کشا، داتا، حاجت روا، لجپال بنا کر اس پر توکل وتفویض کی عظیم سعادت تک رسائی حاصل کرنا، ہمہ تن اس کی یاد من میں بسانا، اس کی عبادت اختیار کرنا دین کا اصل مقصود ہے۔ جو ابلیسی دھوکوں میں آ کر کہ کلمہ گو شرک کر ہی نہیں سکتا اور وہ توحید کو سمجھنے اور شرک سے بچنے سے دور ہو گیا وہ بد نصیب ابدی تباہی کا شکار ہو کر سب کچھ کھو بیٹھا۔ دین کے باقی تمام اجزاء صرف اسی صورت کارآمد ہوں گے اگر اللہ سے تعلق اور توحید درست ہوئی، ورنہ سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔توحید ہی دین کا مرکز ومحور ہے۔ بعثت انبیاء علیہم السلام کی بنیادی غایت توحید باری تعالیٰ ہی تھی۔ اسی کا بیج بونے کی محنت تمام انبیاء علیہم السلام کرتے رہے جس پر درجنوں قرآن کی آیات گواہ ہیں۔ اسی شجر توحید کی آبیاری پر مکار ابلیس نے لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کا دشمن بنا کر ان کے قتل پر اکسایا۔ قرآن سے دوری کی وجہ سے دین کی اس اولین بنیاد، تخلیق انسانی کی غایت یعنی توحید باری تعالیٰ کے حوالے سے فی زمانہ بھی حالات اچھے نہیں ہیں۔

نوٹ: توحید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مخلوقات کی بے توقیری کی جائے۔ حدود وقیود کے تحت مخلوقات کا دائرہ کار متعین کیا گیا ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ درست تعلقات استوار کرنا بھی ضروری ہے۔لیکن انہیں اللہ کی حدود میں شامل کرنے سے گریز کرنا ہے، ورنہ کچھ بھی پلے نہیں رہے گا۔ اعتدال پر مبنی توحید کے فہم کے لیے دیکھئے ہماری تحاریر: (''توحید کا جامع تصور''، ''عبادت کا معنی مفہوم''، اور ''صراطِ مستقیم کی حقیقت اور جنت کا راستہ'')

(2) رسالت:

وہ مینارہ نور جو توحید، آخرت سمیت پورے دین کے لیے روشنی فراہم کرتا اور اس پر

گامزن ہونے کے لیے بطور نمونہ یا اسوہ رہنمائی فراہم کرتا ہے وہ 'رسالت' ہے۔ 'رسالت' کو کما حقہ سمجھے اور اسے تسلیم کئے بغیر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔ گویا 'رسالت' کے ذریعے سے ہی صراطِ مستقیم کی تکمیل ہوتی ہے۔ رسولوں (علیہم السلام) کے مخالف آبا پرستی (علماء، اکابرین، بزرگانِ دین، پیر حضرات...... فرقے، مسالک، گروہ...... کی بلا دلیل اندھی تقلید) ہے۔ رسالت کے تقاضے: یعنی نبی کریم ﷺ کی عزت وتوقیر، ادب واحترام، دل و جان سے محبت، اطاعت واتباع، غلو سے بچنا اور محبت سے درودوسلام...... پورے کرنا دین کا دوسرا بڑا ہدف ہے۔ جس پر درجنوں قرآن کی آیات گواہ ہیں۔ آبا پرستی سے بچتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحیح تعلق استوار کرتے ہوئے اپنے ذہن، فرقے، مسالک، اکابرین، امام، پیر حضرات کو نبی کریم ﷺ کے نیچے کر دینا رسالت کا مقصود ہے جو کہ انتہائی مشکل کام ہے۔ شخصیات سے عقیدت ومحبت، قدر، ادب و احترام بھی ہو لیکن اسوہ، نمونہ اور معیار نبی (علیہ السلام) ہیں نہ کہ غیر امتی۔ اس معیار پر قائم رہنا پہاڑ سر کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن سے دوری کی وجہ سے رسالت کے حقیقی تصور سے بھی الا ماشاء اللہ لوگ دور جا چکے ہیں۔
رسالت کے حقیقی فہم کے لیے دیکھیئے ہماری تحاریر: (رسالت کا حقیقی تصور)

(3) فکرِ آخرت:

دنیا کے عارضی قیام گاہ، دارالامتحان اور گزرگاہ ہونے جبکہ آخرت کے ابدی و لافانی قیام گاہ ہونے کا پختہ تصور ہونا۔ اخروی زندگی کے تناظر میں صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، اللہ کے قانون کے تابع رہ کر زندگی گزارنا۔ چھوٹے چھوٹے اہداف: اچھا کھانا پینا، پرتعیش طرز زندگی...... کو سب کچھ سمجھنے کی بجائے، بڑے اہداف: قرآن فہمی، ترجیح، شوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی اس کی یاد، دعوت دین، خدمت خلق، ملک و وقوم کی فلاح، انفاق فی سبیل اللہ...... کو مقصد حیات بنانا۔

(4) عبادات:

ترجیح، شوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کی عبادت: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی ادا کرنا۔

(5) اخلاقیات ومعاملات:

حق کفالت، عدل و انصاف، احسان، شرم وحیاء، ایفائے عہد، قرابت داری، دعوت دین......سمیت دیگر حقوق العباد کا لحاظ رکھنا۔

(6) معاشیات:

مال و جائیداد سمیت دیگر اشیاء کے معاملے میں عدل و انصاف پر قائم رہنا جو کہ بہت بڑا امتحان ہے۔مزید یہ کہ حسب توفیق مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہنا۔

(7) جہاد:

اسلام اور ملک وملت کے دفاع کے لیے ضرورت پڑنے پر جہاد کے لیے تیار رہنا۔ لیکن جہاد یہ نہیں کہ انفرادی طور پر ہر کوئی اٹھ کھڑا ہو بلکہ یہ ایک بہت سنجیدہ ذمہ داری ہے جو ناگزیر حالات میں شرائط اور قانون وقاعدے کے تحت کفار کے خلاف اسلامی حکومت کی کال کے تحت ہے۔

باب ۲:

ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں

انبیاء علیہم السلام مینارہ نور ہوتے ہیں۔ انہیں کی محنت و دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسانیت کے لیے ہدایت ونجات کی راہیں کھولتے ہیں۔۔ امام الانبیاء علیہ السلام کی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تا قیامت ہدایت کی سبیل جاری فرمائی۔ بلاشبہ ہدایت کے لیے وعظ وتذکیر اور دعا بنیادی ذرائع ہیں۔لیکن کس کے دل نے ہدایت قبول کرنی ہے اور کس کے دل نے نہیں۔اس کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہے۔اور اللہ کا یہ فیصلہ محض اللہ کی اپنی چوائس سے نہیں بلکہ انسان کی اپنی روش کی بنا پر شرائط وضوابط اور قانون وقاعدے کے تحت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتھک محنت و کاوش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوش نصیبوں کو ہدایت کے نور سے نوازا جس کی جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت لمبی لسٹ ہے اور بہت سے بدنصیب اس سعادت سے محروم بھی رہے بلکہ دشمن بنے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تعلیمات تا قیامت خوش نصیب سلیم الفطرت لوگوں کی ہدایت کے لیے مینارہ نور ہیں جن سے بے شمار لوگ سعادت کی راہ کو اپنا رہے ہیں اور تا قیامت اپناتے رہیں گے۔ چنانچہ پروردگار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا:

﴿وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۲﴾ (الشوریٰ: 42/ 52)

’’اور بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف ہدایت ورہنمائی فرماتے ہیں۔‘‘

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱﴾ (یٰس: 36/ 11)

’’آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف ڈرا سکتے ہیں اس کو جو نصیحت (قرآن) کی پیروی

کرے اور بن دیکھے رحمٰن کا ڈر رکھے، تو خوشخبری سنا دیجئے ایسے شخص کو بخشش اور اجر کریم کی۔''

یعنی وعظ و نصیحت صرف اسی کے لیے فائدہ مند ہے جو دل سے بات تسلیم کرنا چاہے۔ اور جو اندر سے ہی کسی کھوٹ پر ہو اس پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

مزید فرمایا:

﴿وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۵﴾ (الذاریات: 51/ 55)

''اور نصیحت کر دیجئے یقیناً نصیحت کرنا اہل ایمان کے لیے نفع کا باعث ہے۔''

یعنی نصیحت نفع بخش ہے اہل ایمان کیلئے، اور اہل ایمان کا مطلب ہے قرآن کی بات کو من وعن تسلیم کرنے والے نہ کہ اپنے ذہن و مسلک کی بنا پر اللہ کی آیات سے اعراض یا غلط تاویل و تحریف کرنے والے۔ بہرکیف نصیحت کرنے کے باوجود نصیحت کس کے لیے فائدہ مند بنتی ہے یہ صرف اور صرف اللہ اور اس بندے کا معاملہ ہے۔ ساری دنیا مل کر بھی کسی کو ایک بات نہیں منوا سکتی جب تک اللہ تعالیٰ حق بات کو سمجھنے اور اسے تسلیم کرنے کے لئے کسی کے دل کی گرہ نہ کھول دے۔ عام لوگ تو درکنار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶﴾ (القصص: 28/ 56)

''(اے نبی) آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت قبول کرنے والوں کو۔''

چنانچہ صحیح بخاری (حدیث نمبر: 4772) کے مطابق یہ آیت کریمہ آپ ﷺ کو تسلی دینے کی خاطر اُس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ ﷺ ان کے ایمان کی بابت غم سے دوچار تھے۔

مذکورہ بات کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

''آدم (علیہ السلام) کی ساری اولاد کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے (اور جب چاہتا ہے) دلوں کو پھیر دیتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی: ''اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔'' [1]

لہٰذا دوسروں کی ہدایت کے حوالے سے ہمارے ہاتھ میں وعظ ونصیحت اور دعا ہے۔ لیکن کس کے لیے وعظ وتذکیر اور دعا مفید ثابت ہوگی، یہ ہمارے ہاتھ میں نہیں بلکہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ انسانی روش کی بنا پر خود فیصلہ کرتا ہے۔ اس حقیقت سے مزید آگہی کے لیے درج ذیل نصوص ملاحظہ کیجیے:

☆ بھرپور محنت وکاوش کے باوجود جب لوگ بات تسلیم نہیں کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ لوگوں کی فلاح کی حرص میں شدید پریشان ہوجاتے، جس پر پروردگار نے آپ ﷺ کو یوں تسلی دی:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝﴾ (الشعرا: 26/ 3-4)

''(اے نبی) شاید آپ اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے تئیں ہلاک کردو گے۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی اتار دیں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔''

یعنی انہیں زبردستی ہدایت پر لانا مقصود نہیں بلکہ تقاضا یہ ہے کون اپنی سوچ کو قرآن کے تابع کرتا ہے۔

☆ ''صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد، باب غزوہ اُحد'' کی روایت کے مطابق جنگ اُحد میں جب جناب رسالت مآب ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ قوم

[1] صحیح مُسلم رقم: 6750.

کیسے فلاح یاب ہو گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا تو اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿128﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿129﴾﴾ (آل عمران: 3/ 128 - 129)

''(اے نبی) اس معاملے میں آپکو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے تو انہیں معاف کردے چاہے تو عذاب دے وہ بہرحال ظالم ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

چنانچہ چند روز بعد وہ مشرکین جن کا نام لے کر بددعا کی گئی تھی انہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نوازتے ہوئے آنحضور ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا اور اسلام کے جانباز سپاہی بنادیا۔ ایسی آیات سے خدا کی بے نیازی اور مشیت ظاہر ہوتی ہے۔ انسان پرخوف طاری ہو جاتا ہے کہ معلوم نہیں کہ کس کام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہے اور انسان اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسروں کے پکے دوزخی ہونے کا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں انھیں اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

چنانچہ ہدایت کے ضمن میں مذکورہ حقیقت کے برعکس غلط نظریات فی زمانہ قرآن سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی اپنی سیرت مبارک اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ بات کو سمجھنے کے لیے ہدایت کے ضمن میں آپ ﷺ کی چند دعائیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ ''اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ سے ہی میں نے (دین کے دشمنوں) سے جھگڑا کیا۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے غلبے کے

ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں،اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن وانس مر جائیں گے۔'' ❶

☆ ((یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینك)) ❷

''اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل دین پر ثابت قدم رکھنا۔''

☆ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝﴾ (آل عمران: 3/ 8)

''اے ہمارے رب ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا،اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما،بیشک تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔''

☆ نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو درج ذیل دعا کی تعلیم فرمائی:

((اللّٰهم اهدنی وسددنی .)) ❸

''اے اللہ مجھے ہدایت عطا فرما اور سیدھا رکھ۔''

☆ ''اے اللہ میں بڑھاپے کی عمر،اونچی جگہ سے گرنے،کسی چیز کے نیچے آنے سے،غم سے،جلنے سے اور غرق ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔اور اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے پھسلا دے اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ جہاد سے بھاگتا ہوا فوت ہو جاؤں اور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے بھی کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مجھے موت آئے۔'' ❹

☆ ''اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔مجھے لمحے بھر کے لیے بھی میرے نفس کے

---

❶ بخاری: رقم: 7383، مسلم.

❷ جامع ترمذی، رقم: 2792.

❸ مسلم، کتاب الذکر الدعا.

❹ ابوداؤد، نسائی: رقم: 5105.

حوالے نہ کر۔ میرے تمام حالات درست فرما دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کن قواعد وشرائط کی بنا پر ہدایت تسلیم کی توفیق دیتا ہے اور کن وجوہات کی بنا پر ہدایت سے دور کرتا ہے، اس کا بیان ان شاء اللہ اگلے ابواب میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جلد از جلد حقیقت تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❋❋❋❋

[1] ابو داؤد، رقم: 4246.

باب ۳:

ہدایت کس کو نصیب ہوگی؟

ہدایت کسے نصیب ہوگی اور کسے نہیں؟ کس کے قلب کی گرہ ہدایت سمجھنے اور تسلیم کرنے کے لیے اللہ کھولے گا اور کس کی نہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان وجوہات میں ایک سب سے بڑی وجہ کو سب سے پہلے بیان کریں گے پھر اس کے بعد دیگر وجوہات۔ چنانچہ اس سب سے بڑی وجہ کی حقیقت کو خالق نے یوں واضح کیا:

﴿وَ نُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَ اَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ (الانعام: 6/ 110)

''اور ہم پھیر دیں گے ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو (ہدایت سے) جس طرح پہلی دفعہ (حق سامنے آنے پر) انہوں نے حق کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اور اب ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔''

یہ کسی بھی انسان کی زندگی کا فیصلہ کن موڑ ہے، جہاں سے اس کی ابدی تباہی یا ابدی سعادت کی راہ کھلنے کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یعنی انسان جس بھی ذہن پر پیدا ہوا، جس ڈگر پر چلتا رہا...... پھر جب کبھی اللہ نے اس کو چانس دیتے ہوئے اس کی سوچ اور ذہن کے خلاف کوئی دلیل (قرآن کی آیت یا صحیح السند حدیث کی بنا پر سنت) اس تک پہنچا دی۔ اس موقع پر جو تو کانپ گیا، اس بات کو سنجیدہ لے لیا، اسے فوراً سمجھنے کے لیے فکر مند ہوگیا اور سمجھ آنے پر پہلے سے موجود غلطی سے تائب ہوتے ہوئے اسے فوراً تسلیم کرلیا۔ اس خوش نصیب کے لیے تو ہدایت کی راہیں کھلنی شروع ہوجائیں گی۔ لیکن جس بدنصیب نے دلیل کے برعکس اپنی سوچ، اپنے فرقے، مسلک، اکابرین...... سے جذباتی عقیدت ومحبت کی بنا پر تعصب کا شکار ہوتے

ہوئے زندگی میں پہلی مرتبہ سامنے آنے والی حق بات کو غیر سنجیدہ لیا، غفلت و اعراض کیا، چشم پوشی کی، غلط تاویل وتحریف اور تکذیب کی راہ اپنائی اس نے اپنے لئے تباہی کے راستے کو اختیار کرلیا۔ اب شاید وہ زندگی بھر حق کو تسلیم نہ کرسکے الا کہ فوراً تائب ہوجائے۔ جس نے بات ماننی ہو وہ پہلی دفعہ بات سامنے آنے پر ہی مان جاتا ہے۔

ذاتی مشاہدہ:

میرا یہ ذاتی مشاہدہ بھی ہے کہ جس نے بات ماننی ہو وہ پہلی دفعہ ہی فوراً مان جاتا ہے اور جو پہلی دفعہ حیل وحجت اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے وہ زندگی بھر سچائی کو تسلیم نہیں کر پاتا مگر یہ کہ فوراً تائب ہوجائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ۲۰ سال قبل جب پہلی حق بات میرے ذہن و مسلک کے خلاف مجھ تک پہنچی اللہ کی توفیق سے اسے اسی دن سمجھا اور اسی دن تسلیم کرلیا۔ جس کی بدولت اللہ نے روز بروز اپنی ہدایت سے نوازنا شروع کردیا۔ ۲۰ سال قبل میرے ساتھ کئی اور لوگ تھے جن میں سے بعض نے پہلی دفعہ سامنے آنے والی حق بات کو نہ مانا اور وہ آج تک نہیں مان سکے۔

حقیقت حال سے مزید آگاہی کے لیے مذکورہ آیت کریمہ سے اگلی آیت ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾﴾

(الانعام: 6/ 111)

> ’’اور اگر ہم نازل کردیتے ان پر ملائکہ اور مردے ان سے کلام کرتے اور جمع کردیتے ان کے لیے ہر چیز ان کے سامنے (یعنی ساری نشانیاں) پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے مگر یہ کہ چاہتا اللہ لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔‘‘

یعنی جس نے زندگی میں پہلی دفعہ حق سامنے آنے پر اسے فورا سنجیدہ نہیں لیا۔ اس پر اب بڑی بڑی نشانیاں بھی واضح کردی جائیں، سارا قرآن بھی گزار دیں تو وہ نہیں مانے گا۔

بلکہ تسلیم کرنے کی بجائے اعراض، چشم پوشی، غلط تاویل و تحریف اور تکذیب کی طرف جائے گا۔ مگر یہ کہ اللہ کسی کو زبردستی ہدایت پر لے آئے، جو کہ اللہ کا قانون و قاعدہ نہیں۔

اس حقیقت کو پروردگار نے مزید کھولا:

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ (الاعراف: 7/ 146)

''میں ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اپنی آیات (کے حقیقی فہم) سے برگشتہ ہی رکھوں گا۔ اور اگر وہ دیکھ لیں ساری نشانیاں تب بھی نہ مان سکیں، اور اگر وہ دیکھیں سیدھا راستہ تو اپنا راستہ نہ بنائیں۔ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ تو اس راستے کو اختیار کرلیں۔ ان کے ساتھ یہ (معاملہ) اس وجہ سے ہوا ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آیات کے ساتھ غفلت برتتے رہے۔''

اس آیت کریمہ میں تباہی کی تین وجوہات بیان ہوئی ہیں:

(۱)......تکبر کرنا: تکبر کیا ہے، اس کی بابت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الکبر بطر الحق و غمط الناس .)) [1]

''تکبر سے مراد، حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

یعنی حق بات سامنے آنے پر اسے تسلیم نہ کرنا تکبر کا پہلا بڑا درجہ اور اس کے بعد دوسرا درجہ لوگوں کو حقیر جاننا۔ (۲)...... آیات کی تکذیب کرنا یعنی انہیں جھٹلا دینا نہ ماننا، اور (۳)......آیات سے غفلت و لاپرواہی برتنا۔ یعنی سچائی کو جاننے کے لیے بیتاب ہونے کی

[1] صحیح مُسلم ''کتابُ الایمان'' رقم: 265.

بجائے لاپرواہی کی راہ اختیار کرنا۔

قرآن وسنت سے حق واضح ہونے پر اپنے ذہن ومسلک کو اوپر کرتے ہوئے حق تسلیم کرنے سے گریز کرنا کوئی چھوٹا جرم نہیں۔ ایسا کرنا اپنے آپ کو خدا ورسول ﷺ کے مقام پر کھڑا کرنے کے مترادف ہے اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

باب ٤:

حق سامنے آنے پر تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی وجوہات؟

اللہ کسے ہدایت پر لائے گا اور کس کو نہیں، اس ضمن میں (سورۃ الانعام، آیات: ۱۰۰۔۱۰۱) سے بہت بڑی حقیقت سے آگاہی کہ جو پہلی دفعہ حق سامنے آنے پر حیل و حجت اور ٹال مٹول کئے بغیر فوراً تسلیم کر لے اس پر ہدایت کے راستے کھلنے شروع ہوجاتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس جو تعصب و تنگ نظری کی بھینٹ چڑھتے ہوئے، دلیل کو غیر سنجیدہ لے، ٹال مٹول کرے اس کے لئے گمراہی کے راستے کھل جاتے ہیں، الا کہ غلط روش سے تائب ہوجائے۔

اب ہم اس حقیقت سے آگاہی حاصل کریں گے کہ دلیل سامنے آجانے کے باوجود وہ کون سی وجوہات ہیں جو فورا تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اس ضمن میں دو بنیادی وجوہات ہیں اور کچھ دیگر وجوہات جو ان دو بنیادی وجوہات کے نتیجے میں جنم لیتی ہیں۔

بنیادی وجوہات:

(۱)...... اخلاص وسچائی، اور (۲)...... طلب وجستجو، ہیں۔

اخلاص وسچائی ہی وہ عظیم دولت ہے جو ہر قسم کے خیر کا موجب اور اس سے محرومی ہر قسم کے شر اور گمراہی کا باعث ہے۔ مخلص وسچا انسان حق سامنے آنے پر اسے سنجیدہ لئے اور تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جبکہ دولت اخلاص سے محروم بدنصیب جھوٹا انسان حق سامنے آنے پر اسے سنجیدہ نہیں لیتا۔ ہدایت نصیب ہونے کے لیے اخلاص وسچائی کے ساتھ اگلی اہم شرط ''طلب وجستجو'' کا ہونا ہے۔

طلب وجستجو:

اللہ ہدایت پر صرف اسے لائے گا جو ہدایت کا طالب ہوگا۔ جس میں سچائی کو پانے کی

پیاس اور تڑپ ہوگی۔ جو اپنی ہر ہر سوچ اور عمل کو دلیل یعنی قرآن حکیم پر پرکھنے کے لیے بے تاب ہو۔ اس کے لئے بھرپور کاوش کرے، جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؀﴾

(العنکبوت: 29/ 69)

''اور جنہوں نے کوشش کی ہمارے لئے، ان پر ہم ضرور کھولیں گے اپنی راہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔''

یہاں دونوں شرائط اکٹھی بیان ہوگئی ہیں کہ: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾ جو کوئی بھی ہدایت کے لیے کوشش کرے گا، ہاتھ پاؤں مارے گا، جس میں پیاس و تڑپ ہوگی...... اور یہ کوشش صرف ﴿فِيْنَا﴾ اللہ کے لیے ہوگی، کوشش کا مقصد: دنیا کا حصول، مسلک پرستی، فرقہ واریت، شہرت وعزت...... نہیں بلکہ اللہ کو پانا ہوگا۔ اس کے لئے اللہ نے بشارت دی کہ ﴿لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ﴾ ہم اس پر ہدایت کی راہیں ضرور کھولیں گے۔

اس کے برعکس جو ان دونوں شرائط کو ملحوظ نہ رکھے، اپنے پیدائشی ذہن ومسلک کو حرف آخر سمجھے۔ اپنے ذہن ومسلک کے خلاف قرآن وسنت کے دلائل سے گریز کرے۔ کسی کی بات سننے کے لیے آمادہ نہ ہو خواہ وہ بات قرآن کی ہو یا سنت کی، وہ اللہ کی تائید ونصرت سے محروم ہو کر شیطان کی گرفت میں آجاتا ہے۔

جس بدنصیب میں اخلاص وسچائی اور طلب وجستجو نہیں ہوتی تو ایسا بدنصیب تعصب و تنگ نظری اور فرقہ واریت کا شکار ہو کر قبولیت حق سے اعراض کرتے ہوئے درج ذیل قباحتوں کی لپیٹ میں آجاتا ہے:

(۱) ...... کتمان حق
(۲) ...... اعراض وغفلت
(۳) ...... غلط تاویل وتحریف اور
(٤) ...... تکذیب

لہٰذا بچنا چاہتے ہیں تو:

سچائی کو جاننے کی جستجو پیدا کریں، قرآن وسنت کی طرف لپکیں، فہم حاصل کرنے کے تمام ذرائع استعمال کریں، کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ جس قدر آپ میں طلب وجستجو ہوگی، اسی قدر اللہ آپ پر ہدایت کی راہیں کھولنے کے لیے آپ کو اپنی رحمت میں لے گا۔

کل کہانی:

یہ ہدایت کے ضمن میں حق بات کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے انسان کے ساتھ پیش آنے والے حقائق ونتائج کی کل کہانی ہے۔ جس کی باقی ماندہ تفصیل ان شاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

تعصب وتنگ نظری

حق سامنے آنے پر اسے فوراً تسلیم نہ کرنے کی بنیادی وجہ تعصب وتنگ نظری ہے۔ جو پیدائشی ذہن ومسلک کے ساتھ جذباتی عقیدت ومحبت کی بنا پر اندھا دھند پیروی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ حق تک رسائی کی راہ میں یہ انتہائی طاقتور گھاٹی ہے جسے عبور کئے بغیر ہدایت نصیب ہونے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ یہی وہ نحوست ہے جو اخلاص کو ختم کرتی ہے اور انسان کو فرقہ واریت کی دلدل میں گرا کر حق سے اعراض کا باعث بنتی ہے۔

تعصب:

بے جا طرفداری، ضد، بلا دلیل کسی ایک طرف ہوجانا، حق واضح ہونے پر بھی اپنے ذہن پر بے جا قائم رہنا، چشم پوشی کرنا۔ اپنے ذہن ومسلک کے خلاف آنے والے دلائل سے آنکھوں پر پٹی باندھ لینا...... تعصب کہلاتا ہے۔

تنگ نظری:

حق بات سننے، جاننے اور ماننے کے لیے اپنی سوچ، ذہن کشادہ رکھنے کی بجائے تنگ

دل ہو جانا، خوشدلی سے حق کی طرف لپکنے کی بجائے تنگی محسوس کرنا، حق بات سننے سے اعراض کرنا۔

تعصب و تنگ نظری کی خطرناک بیماری کو اللہ نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ واضح کیا تا کہ سلیم الفطرت لوگ اس سے اپنا دامن بچا سکیں، چند آیات ملاحظہ کریں:

☆ ﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ﴾

(الشوریٰ: 42/ 14)

''اور نہیں فرقوں میں بٹے لوگ اس کے باوجود بھی کہ آچکا تھا ان کے پاس (یقینی) علم (کتاب کا) مگر باہمی ضد کی وجہ سے۔''

یعنی وحی کا یقینی علم آنے کے باوجود بھی لوگ باہمی حسد، تعصب و ضد کی وجہ سے اس یقینی علم کو نہ مان کر ایک نہ ہو سکے بلکہ فرقوں میں بٹ گئے۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔

☆ ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿125﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿126﴾﴾

(الانعام: 6/ 125 - 126)

''پس وہ شخص جس کے لئے اللہ نے ارادہ کر لیا ہو ہدایت کا تو اسکا سینہ کھول دیتا ہے اسلام کے لیے۔ اور جس کے لئے کر لیا ہو کہ اسے گمراہ کیا جائے تو کر دیتا ہے اس کا سینہ تنگ، گھٹا ہوا۔ گو یا کہ چڑھ رہا ہو آسمان کی طرف اور یوں ہی اللہ مسلط کر دیتا ہے گندگی ان لوگوں پر جو مانتے نہیں۔ اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا بالکل سیدھا۔ بے شک ہم نے واضح کر دی ہیں آیات ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

ہمارے سینے اسلام کے لیے تو الا ماشاء اللہ تنگ ہیں جبکہ اپنے فرقوں کے لیے کھلے

ہیں۔ بات تب بنے گی جب اسلام یعنی قرآن وسنت کے بین دلائل کے لیے کشادگی وآمادگی پیدا ہوگی خواہ بات ہمارے ذہن ومسلک کے موافق ہو یا ناموافق۔ اگر کسی نے شیطان سے بچ کر ہدایت کی راہ پر چڑھنا ہوتو اس آیت کریمہ میں ہر شے کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ تعصب وتنگ نظری گمراہی کی راہ جبکہ دلائل کی طرف کشادگی وآمادگی سعادت کی راہ ہے۔ آیت کے آخر میں اسلام کے لیے آمادگی وکشادگی کو تخصیص کے ساتھ صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے۔

☆ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الزمر: 39/ 22)

''بھلا وہ شخص کہ کھول دیا ہو جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے تو وہ ہوا اپنے رب کے نور (یعنی ہدایت) پر، سو بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہوگئے ہیں اللہ کی یاد سے۔ یہی لوگ ہیں پڑے ہوئے کھلی گمراہی میں۔''

یہاں بھی نور ہدایت سے بہرہ مند ہونے کے لیے شرط سینے کا اسلام کے لیے کھلنا بیان ہوئی ہے نہ کہ اپنے فرقے کے لیے۔ لیکن اس شرط پر پورا اترنا کوئی آسان کام نہیں۔

پس معلوم ہوگیا کہ تعصب وتنگ نظری کی تباہ کن بیماری سے چھٹکارہ نہ پایا گیا تو اخلاص وسچائی کی دولت سے محروم ہوکر انسان ابلیسی ہتھکنڈوں کا شکار ہوجائے گا۔

باب ۵:

اخلاص وسچائی......قبولیت حق کی بنیادی شرط

جیسا کہ سابقہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''اخلاص'' ہر قسم کے خیر کا موجب جبکہ اخلاص سے محرومی ہر قسم کے شر اور گمراہی کا باعث ہے۔ ہدایت قبول کرنے اور گمراہی سے بچنے کی بنیادی شرط 'اخلاص' ہے، جیسا کہ پروردگار نے واضح کیا:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾﴾

(ص: 38/ 82- 83)

''شیطان نے کہا (اے رب) تیری عزت کی قسم میں ساری (انسانیت) کو اچک (اغوا کر) لوں گا۔ مگر سوائے تیرے وہ بندے جو ان میں سے مخلص ہوں گے۔''

یعنی اکثریت کو شیطان مختلف چالوں کے ذریعے دبوچ کر گمراہی کی دلدل میں ڈبو دے گا۔ شیطان کے داؤ سے بچ کر ہدایت صرف وہی پائیں گے جو مخلص ہوں گے۔

ہدایت کی دولت سے صرف مخلصین کو ہی نوازا جائے گا:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾﴾

(العنکبوت: 29/ 69)

''وہ لوگ کہ جنہوں نے کوشش کی ہمارے لئے۔ ان کے لئے ہم لازمی کھولیں گے اپنی ہدایت کی راہیں اور یقیناً اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔''

لہٰذا سب سے اہم سمجھنے والی بات یہی ہے کہ 'اخلاص' سے مراد کیا ہے۔؟ تاکہ فوراً اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی جائے۔

اخلاص کا مطلب:

اخلاص وسچائی کا تعلق ہماری نیت کے ساتھ ہے اور اس کا محل 'دل' ہے، اخلاص کا مطلب

یہ ہے کہ دینی کاوش اور اعمال کا مقصد:

۱۔ اللہ کی رضا کا حصول

یا

۲۔ اخروی فلاح یعنی دوزخ کی آگ سے بچنا اور جنت کے حصول کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

بات کی وضاحت کے لیے اخلاص کے متضاد کے مختلف پہلو دیکھتے ہیں تاکہ ضد سے مسئلے کی اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کی جاسکے۔

عدمِ اخلاص کی مختلف شکلیں:

اخلاص کے موجود نہ ہونے کی مختلف شکلیں یہ ہیں:

دینی کاوش کا مقصود:

۱۔ مقام و مرتبہ اور عزت و شہرت کا ہونا۔

۲۔ دولت و دیگر دنیوی مفادات مقصود ہونا۔

۳۔ فرقہ واریت: اسلام کی فکر کی بجائے اپنے اپنے من پسند فرقے، گروہ، جماعتیں، مسالک کی آبیاری کی فکر۔ رسولوں (علیہم السلام) کو دین کا معیار بنانے کی بجائے: دیگر شخصیات: آباؤ اجداد، اکابرین و، بزرگان دین، امام، پیر، بزرگ حضرات کو دین کا معیار بناتے ہوئے ان کی غیر مشروط اندھا دھند پیروی و تقلید اختیار کرنا۔ شخصیات سے استفادہ، ان کا ادب و احترام، قدر، خدمت و تعاون کا لحاظ بھی رکھنا ہے لیکن انہیں غیر مشروط اسوہ و نمونہ نہیں بنانا جو کہ الا ماشا اللہ اکثریت نے بنا لیا ہے۔ ان کی پیروی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی شرط کے تحت ہے جس کا اکثریت لحاظ نہیں رکھ رہی۔

اخلاص والے سلیم الطبع اور سچائی پر ہوتے ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں جو سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کی پہچان کیلئے بیقرار ہوتے ہیں۔ اور سچائی سے آگاہی پر بغیر حیل و حجت فوراً خوشدلی سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس اخلاص کی دولت سے محروم لوگ جھوٹ پر

ہوتے ہیں، ان کی طبع سلیم مسخ ہو جاتی ہے۔ وہ سچ کی پہچان سے استغنیٰ اور لا پرواہی برتتے ہیں جیسا کہ پروردگار نے متنبہ کیا:

﴿اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰىؕ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰىۙ۝۵ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ۝۶ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ۝۷ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰىۙ۝۸ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ۝۹ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىؕ۝۱۰﴾ (اللیل: 92/ 4 - 10)

''تمھاری کوششیں مختلف ہوتی ہیں۔ سو جس نے دیا مال اللہ کی راہ میں اور ڈرتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو توفیق دیں گے اسے ہم آسان راہ کی، اور جس نے بخل کیا اور لا پرواہ بنا رہا اور بھلائی کو جھٹلایا تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لئے مشکل راہ کو۔''

یعنی جیسے ہی سچائی (حق بات) سامنے آئی اسے فوراً سمجھنے اور تسلیم کرنے کی فکر کی ان کے لئے ہدایت و جنت کی آسان راہ کھل گئی۔ اس کے برعکس جس نے حق بات سے لا پرواہی اختیار کی اس کے لئے گمراہی و دوزخ کی مشکل راہ کھل گئی۔

عدمِ اخلاص کی وجوہات:

انسان حسن نیت اور اخلاص کی بجائے دیگر ملاوٹوں یا ریاکاری کا شکار کیوں ہو جاتا ہے......؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ:

''حرص، عزت و شہرت، ناموری سمیت دیگر مفادات کا بڑا شدید جذبہ انسان کے اندر رکھا گیا ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے اس کے علم، اس کی صلاحیتوں اور اس کے تقویٰ و پرہیز گاری کو لوگ جانیں اور اس کی ستائش ہو۔ اس کا جتھہ، اس کا گروہ غالب ہو۔ انسان کو اپنی ناموری اپنی تعریف و توصیف بڑی عزیز ہے۔ چنانچہ شیطان انہیں کمزوریوں کو استعمال کر کے عدم اخلاص کے ذریعے انسان کی محنت و کاوش پر پانی پھیرتا ہے۔ اللہ تو چونکہ ہمیں نظر نہیں آتا، انسان نظر بھی

آتے ہیں اور ان سے مدح سمیت دیگر مفادات کا نقد و نقد حصول بھی اسی وقت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کمزور ایمان والا شخص بڑی آسانی سے ابلیس کا لقمہ بن جاتا ہے۔''

تعصب سے بچنے اور سچائی کو پانے کے لیے...... عقل کا استعمال

عقل و دانش وہ نور ہے جو تعلیمات وحی کے فہم کا ذریعہ ہے۔ خالق نے جن و انس کو عقل و بصیرت کی بنا پر دیگر مخلوقات سے ممتاز کیا ہے۔ یہی نور انسان کو تعصب و تنگ نظری سے بچا کر سچائی پر لانے کا باعث بنتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی اس عظیم نعمت کے استعمال سے نظریں چرا لیتے ہیں وہ جہالت و درندگی کا شکار ہو کر معاشرے کے لیے ناسور بن جاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے جگہ جگہ جہالت کی بجائے عقل و بصیرت پر زور دیا ہے اور (اولوا الالباب) یعنی اہل عقل کے لیے فلاح کی نویدیں سنائی ہیں۔

کھرے کھوٹے، حق و باطل کی پہچان کے لیے عقل و فہم سمیت دیگر حواس (سماعت وبصارت) کو استعمال کرنا ناگزیر ہے۔ دل و دماغ سمیت سماعت و بصارت کے استعمال کو بند کر لینے کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ جو اللہ کی عطا کردہ عظیم دولت (دل، سماعت، بصارت) کو استعمال نہ کریں، ان کی بابت پروردگار نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: 7/ 179)

''اور یقیناً جن و انس کی اکثریت جہنم کے لیے پیدا کی گئی (اس لیے کہ) انہیں دل دیئے لیکن وہ سوچتے نہیں، انہیں آنکھیں دیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں، ان کے کان بنائے لیکن ان سے سنتے نہیں۔ ایسے لوگ جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور یہ غافل ہیں۔''

اس غلط روش سے بچانے کی خاطر ہمارے فائدے کے لیے اس سے زیادہ سختی اور کیا کی جاسکتی ہے......؟ خدا کی پناہ کہ انسان اپنے من پسند مسالک، فرقے، گروہ، شخصیات کی خاطر غلط روش اختیار کرتے ہوئے شیطان کے دھوکوں میں آ کر ابدی تباہی کا شکار ہو۔

فرقے، مسالک، شخصیات تو دور کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے کلام کے بارے میں بھی بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند پیروی قابل قبول نہیں، فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا﴾

(الفرقان: 25/ 73)

''اور جب انھیں ان کے رب کے کلام کی آیات نصیحت کے لیے سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہوکر ان پر نہیں گرتے۔''

یعنی غور وفکر کرتے ہیں اور عقل سے کام لیتے ہیں ان کا غلط مفہوم نہیں لیتے۔ یقیناً آپ بات سمجھ چکے ہوں گے کہ انسانیت کی ہلاکت کے لیے ابلیس کے پاس سب سے بڑا اگر کوئی ہتھیار ہے تو وہ صرف اور صرف یہی ہے کہ عقل کے استعمال کو بند کیا جائے اور اندھی پیروی کرائی جائے۔ اِسی کو استعمال کرتے ہوئے نسل انسانی کی اکثریت کو اس نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآن حکیم کی دوٹوک رہنمائی کے باوجود بھی یہ شعر سنائی دیتا ہے:

عشق دے جھلے وی نمبر لے گئے
عقل منداں ایوئیں عمراں گالیاں

تاہم عقل حرف آخر نہیں ہے۔ حرف آخر تعلیمات وحی ہی ہیں۔ لیکن عقل و بصیرت ہی وہ نور ہے جس کے درست استعمال سے تعلیمات وحی کو سمجھنا ہے، جس کے بغیر سوائے تباہی کے کچھ نہیں۔ اپنی عقل کو دوسروں کے حوالے کر کے اندھا دھند ان کی پیروی پر بہت سخت محاسبہ ہوگا۔

اس ضمن میں مزید وضاحت کے لیے دیکھیے ہماری تحریر: (طاقتور ابلیسی دھوکے، باب:۲)

باب ٦:

اخلاص وسچائی اور طلب وجستجو سے محرومی کے تباہ کن نتائج

جب انسان دوعظیم سعادتوں: یعنی اخلاص وسچائی اور طلب وجستجو سے محروم ہوجاتا ہے تو ابلیس انسان پر حاوی ہوجاتا ہے۔ اور انسان کو درج ذیل چار خطرناک ہتھیاروں کے ذریعے قابو کرلیتا ہے:

۱۔ اعراض وغفلت

۲۔ کتمانِ حق (حق کو چھپانا)

۳۔ غلط تاویل وتحریف

۴۔ تکذیب یعنی جھٹلا دینا۔

ابلیس پہلے تین ہتھیار عموما کلمہ گو پر جبکہ چوتھا ہتھیار یعنی تکذیب عموماً کفار پر استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ صاف انکار سے شیطان کی چال ننگی ہوجاتی ہے اس لیے اسے کلمہ گو کے لیے آخری درجے میں ہی استعمال کرتا ہے۔ ان تباہ کن نتائج کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

(۱) اعراض وغفلت:

اخلاص سے محروم کلمہ گو پر شیطان نہایت چالاکی سے داؤ لگاتا ہے۔ چونکہ کلمے کے اقرار کے بعد جھٹلانے پر گامزن کرنے سے شیطان کا داؤ واضح ہو جاتا ہے اس لیے وہ دوسرے ہتھیار استعمال کرتا ہے، جیسے وہ قرآنی تعلیمات پر سنجیدہ نہیں ہونے دیتا بلکہ غافل رکھتا ہے۔ اپنے ذہن ومسلک کے خلاف انسان بات نہیں سنتا، اعراض کرتا ہے خواہ وہ بات قرآن کی ہو۔ اس ہلاکت سے بچانے کے لیے پروردگار نے یوں تنبیہ فرمائی:

☆ ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

مُنۡتَقِمُوۡنَ﴿۲۲﴾ (السجدہ: 32/ 22)

’’اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا کہ جسے اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جائے پھر وہ ان سے اعراض کرے، یقیناً ایسے مجرموں سے ہم انتقام لے کر چھوڑیں گے۔‘‘

اللہ ہماری اصلاح فرمائے، ہم نے خود کئی کلمہ گو دیکھے آیات سے اعراض کرتے ہوئے۔

☆ قرآنی آیات کی طرف لپکنے کی بجائے، اپنے کان، آنکھیں اور قلوب کو بند کرنا کفار کی روش ہے، پھر کلمے کا اقرار کرنے کے بعد ہم کیوں اس تباہ کن طرز عمل کا شکار ہوں؟

اس طرز عمل پر اللہ نے یوں لعنت فرمائی:

﴿وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴿۸۸﴾﴾

(البقرۃ: 2/ 88)

’’وہ کہتے ہیں ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ نہیں بلکہ ان پر لعنت کی ہے اللہ نے ان کے (آیات) کے ساتھ کفر کی وجہ سے، سو وہ کم ہی ایمان لائیں گے۔‘‘

مکار ابلیس کس حد تک انسان کو اندھا کرتا ہے، ملاحظہ کیجئے:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِىۡ لَيۡلًا وَّنَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآءِىۡۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَاِنِّىۡ كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِيَابَهُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوا اسۡتِكۡبَارًا ۚ﴿۷﴾﴾ (نوح: 71/ 5-7)

’’نوح نے عرض کیا اے میرے رب میں دعوت دیتا رہا اپنی قوم کو شب و روز۔ لیکن نہ اضافہ کیا میری دعوت نے ان میں سوائے فرار کے۔ اور جب بھی میں نے دعوت دی انہیں کہ تو انہیں معاف کردے تو ٹھونس لیتے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں اور ڈھانک لیتے اپنے چہرے اپنے کپڑوں سے اور اڑ جاتے اپنی ضد پر اور بہت زیادہ تکبر کرتے۔‘‘

☆ بروز قیامت اہل دوزخ اپنی ہلاکت کی وجہ یوں بیان کریں گے:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝﴾ (الملك: 67/ 11-10)

''وہ کہیں گے، کاش اگر ہم بات سنتے ہوتے اور عقل کو استعمال کرتے تو آج ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔ انہوں نے اپنے (اصل) جرم کا اعتراف کر لیا، پس پھٹکار ہو اہل دوزخ پر۔''

بچنا چاہتے ہیں تو ان حقائق سے آگاہی پر فوراً غلط روش سے تائب ہو جائیں۔

(۲) کتمان حق (حق کو چھپانا):

اپنے خودساختہ مسلک و ذہن پر قائم رہنے کے لیے حق کو چھپانا، چشم پوشی کرنا، آنکھیں بند کر لینا، حقیقت کو نہ جاننا، اس ضمن میں پروردگار نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝﴾

(البقرہ: 2/ 159- 160)

''یقیناً وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو جو اس کے باوجود کہ ہم نے بیان کر دی کتاب میں لوگوں کے لیے۔ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور سب لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (جو چھپایا تھا) بیان کر دیا۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا اور وہ توبہ قبول فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

(۳) غلط تاویل وتحریف:

آیات کی غلط تاویل وتحریف کرنا کروڑوں (Volts) کو ہاتھ ڈالنا ہے، جو جلا کر راکھ

کردیں گے۔ ایسا کرنا رب بننے کے مترادف ہے۔ یہ کام کوئی مسلمان کرے سوچا بھی نہیں جاسکتا، لیکن مکار شیطان نے فرقہ واریت کی بنا پر اس دلدل میں دھکیل دیا ہے۔

بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ:

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

پازند: پارسی مذہب کی کتاب

ہوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھنے والے اس کام میں ملوث لوگ بہت خوش ہیں، بات نہیں سنتے لیکن بوقت موت روئیں گے، چیخیں گے، چلائیں گے۔ پروردگار نے انسانیت کو اس تباہی سے بچانے کے لیے یوں تنبیہات نازل فرمائیں:

☆ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۴۰﴾

(حم السجدہ: 40)

”بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات میں تحریف کرتے ہیں (اصل معنی سے ہٹاتے ہیں) وہ ہم سے مخفی نہیں، بھلا جو شخص آگ میں ڈالا جانے والا ہے اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آنے والا ہے؟ تم جو چاہو کرو (لیکن یادرکھو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے یقیناً دیکھنے والا ہے۔“

☆ ﴿وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۵﴾

(سبا: 5)

”اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں ہمیں ہرانے کی کوشش کی ان کے لئے عذاب

ہے دردناک عذاب میں سے۔''

مخلص اہل علم کی تو ہم بہت قدر کرتے ہیں، ان کا بہت احترام ہے لیکن افسوس کہ فرقہ پرست علماء حضرات شدومد سے مذکورہ انتہائی خطرناک کام میں ملوث ہیں۔ اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔ (آمین)

دیکھا گیا ہے کہ مدارس سے فارغ التحصیل ڈگری یافتہ فرقہ پرست علماء حضرات ان مخلص لوگوں پر جو سند یافتہ نہیں ان پر لفظی نکیر کرتے ہیں۔ یعنی الفاظ کی پورے مخارج، تلفظ کے ساتھ ادا نہ کئے جانے پر انہیں صفر کر دیتے ہیں۔ الفاظ کی ادئیگی کی بھی کسی حد تک اپنی اہمیت ہے لیکن بڑا مسئلہ سچ بات کو تسلیم نہ کرنا اور اس کی غلط تاویل وتحریف کرنا ہے، جس کے بعد انسان کے پلے کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

(۴) تکذیب:

یعنی جھٹلا دینا، حق کو تسلیم کرنے سے ہی انکاری ہو جانا۔ اس ضمن میں پروردگار نے یوں تنبیہ فرمائی:

☆ ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿182﴾﴾

(الاعراف: 7/ 182)

''اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں انھیں ہم بتدریج لے جائیں گے (تباہی کی طرف) ایسے طریقے سے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔''

☆ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿40﴾﴾

(الاعراف: 7/ 40)

''یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوسکیں

گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔''

ان حقائق سے آگاہی کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے، فوراً غلط روش سے تائب ہو کر قرآن کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی سوچ، فرقے، مسالک، اکابرین...... اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کے نیچے کر دیں جو کہ الا ماشاء اللہ نہیں ہیں۔

❀❀❀❀❀

باب ۷:

گمراہی کے چور دروازے

ہدایت کے ضمن میں بنیادی ذرائع و وجوہات سے آگاہی کے بعد اب گمراہی کے ''چور دروازے''، یعنی وہ اسباب جنہیں شیطان گمراہی پر قائم رکھنے کے لیے بطور ڈھال استعمال کرتا ہے،ان سے آگاہی حاصل کریں گے۔ یہ حقیقت ہم جان چکے ہیں کہ جیسے ہی انسان اخلاص اور سچائی کی دولت سے محروم ہو کر ہدایت نصیب ہونے کی بنیادی شرائط (طلب وجستجو، تمسک بالقرآن، عقل و دانش کا استعمال، تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ، بات سننے پر آمادگی......) کو پورا کرنے میں ناکام ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اس سے اٹھ جاتی ہے، اور وہ نفس وشیطان کے قابو میں آجاتا ہے۔ شیطان سے بچنا اب اس کے لئے بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ اب بڑی آسانی سے شیطان اسے فریب کی دلدل میں پھنسا کر حقیقت سے دور کردیتا ہے۔ گمراہی پر قائم رکھنے کے لیے اب بہت سارے نئے جال انسان کو دبوچنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، جنہیں ابلیس بطور ڈھال استعمال کرتا ہے، جیسے:

(1)...... آبا پرستی

(2)...... فرقہ واریت

(3)...... توحید کو مرکزی اہمیت نہ دینا

(4)...... تطبیق کے بغیر فیصلہ

(5)...... قرآن حکیم کو حاکم نہ بنانا

(6)...... اصل اور جواز

(7)...... محکم کی بجائے متشابہ آیات کے پیچھے لگنا

(8)...... صحیح السند احادیث کی بجائے ضعیف وموضوع روایات

(9)...... قرآنی دلائل کو بنیاد بنانے کی بجائے خرق عادت امور کو بنیاد بنانا

(10)...... سنت کی بجائے بدعات کا فروغ

(11)...... بڑا گروہ بڑا جنازہ

(12)...... بیماریوں سے شفایابی

(13)...... شکل وصورت پر فیصلہ

(14)...... مال ودولت کی فراوانی

(15)...... قلبی سکون

(16)...... خوابوں کا دھوکہ

حقیقت حال سے آگاہی کے لیے ان کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

(1)......آبا پرستی

یہ ابلیس کا انتہائی طاقتور جال ہے، جس کے ذریعے وہ ہمیشہ سے ہی نسل انسانی کی فلاح کی راہ کو کھوٹا کرتا آیا ہے۔ جیسا کہ پروردگار نے واضح کیا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱﴾ (لقمان: 21)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس کی جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔ بھلا کیا ان کو (اور ان کے آباؤ اجداد کو) شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو تو تب بھی؟''

یعنی آباؤ اجداد کی پیروی عقل وشعور سے تعلیمات الٰہی کو بنیاد بناتے ہوئے کی جائے نہ کہ اندھا دھند۔

لہٰذا تمام امتوں کے لیے کلمے کا دوسرا حصہ آبا پرستی کی نفی اور رسالت پر گامزن رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ کلمے کا دوسرا حصہ رسالت کا متقاضی ہے:"محمد رسول اللّٰہ" یعنی جناب حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننا۔ وہ مینارہ نور جو توحید، آخرت سمیت پورے دین کے لیے روشنی فراہم کرتا اور اس پر گامزن ہونے کے لیے بطور نمونہ یا اسوہ رہنمائی فراہم کرتا ہے وہ ''رسالت'' ہے۔ ''رسالت'' کو کما حقہ سمجھے اور اسے تسلیم کئے بغیر صراط مستقیم پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔ گویا ''رسالت'' کے ذریعے سے ہی صراطِ مستقیم کی تکمیل ہوتی ہے۔ رسولوں علیہم السلام کے مخالف آبا پرستی (علماء، اکابرین، بزرگان دین، پیر حضرات...... فرقے، مسالک، گروہ...... کی بلا دلیل اندھی تقلید) ہے۔

دینی رہنماؤں سے دشمنی نہیں بلکہ ان کی قدر دانی کرنی ہے، ان کا ادب ہے، احترام ہے، محبت ہے، ان سے استفادہ ہے...... لیکن ان کی غیر مشروط اندھا دھند پیروی رسالت کی ضد یعنی آبا پرستی ہوگی جس سے بچنا ہے جو کہ نہیں بچا جا رہا۔

اس ضمن میں سب اہم سمجھنے والی بات یہ ہے کہ: ہماری نجات کے لیے اسوہ، نمونہ، پیمانہ ومعیار نبی (علیہ السلام) ہیں نہ کہ غیر نبی۔ غیر نبی سے استفادہ، ان کی مشروط (اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول کے تحت) پیروی بالکل درست ہے لیکن غیر مشروط پیروی کی ہرگز گنجائش نہیں جو کہ کی جا رہی ہے۔

عام لوگ تو درکنار صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی عظیم شخصیات کو بھی خطا لگ سکتی ہے، اس لیے ان کی بھی اجماعی پیروی ہے۔ انفرادی پیروی انہیں باتوں میں ہے، جن پر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو۔ اگر صحابی کے کسی انفرادی عمل سے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق نہ ہو تو وہ انفرادی عمل ہمارے لئے حجت نہ ہوگا۔ بات کو سمجھنے کے لیے بہت سی مثالوں میں سے چند مثالیں ملاحظہ کریں:

(ا) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد میں سلام کے الفاظ کو تبدیل کر دینا:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد تشہد میں

﴿أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کی بجائے ﴿عَلَى النَّبِيِّ﴾ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ یعنی صیغہ حاضر کو صیغہ غائب سے تبدیل کر دیا تھا۔ ❶

(۲) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سورۂ فلق اور ناس کو قرآن کا حصہ نہ ماننا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنی رائے میں سورۂ فلق اور ناس جادو کے توڑ کے لیے بطور وظیفہ نازل ہوئی تھیں اور وہ انہیں قرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے۔ لیکن باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کی اس بات پر اتفاق نہ ہو سکا۔ ❷

کیا آج ان کی اس انفرادی رائے کو اسوہ بنایا جاسکتا ہے......؟ حالانکہ وہ علم و فقاہت اور تقویٰ کے بلند ترین مقام پر تھے۔

(۳) حج تمتع پر پابندی:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حالات کے پیش نظر جب حج تمتع (ایک سفر میں حج اور عمرہ کا اکٹھا کرنا) پر پابندی لگائی تو آپ کے اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے اختلاف کیا۔ چنانچہ ایک شخص نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب حج تمتع کے بارے میں سوال کیا جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''دیکھو اگر میرے والد کسی کام سے منع کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی کام کریں تو کیا میرے والد کی اتباع کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اُس شخص نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے۔'' ❸

ہمارے حالات اس کے برعکس ہو چکے ہیں۔ اگر لوگوں سے کہا جائے کہ میں نے فلاں عمل اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے تو لوگ مخالف ہو جاتے ہیں

---

❶ صحیح بُخاری: رقم: 6265.

❷ صحیح بُخاری، رقم: 2094. ❸ جامع ترمذی ''کتابُ الحج'' رقم: 824.

اور اگر کہا جائے کہ یہ کام فلاں امام کی تقلید میں کرتا ہوں تو خوش ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ جن سے یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء (علیہم السلام) ہوتے ہیں جن کی ہر بات درست ہوتی ہے۔ جو ہمارے لئے اسوہ ،نمونہ اور معیار ہوتے ہیں۔ جبکہ غیر نبی کو خطا لگ سکتی ہے۔ اس لیے ان کی مشروط پیروی کرنی ہوتی ہے نہ کہ غیر مشروط۔ لیکن حالات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے لوگ بہت دور جا چکے ہیں۔ اپنے اپنے پسندیدہ اکابرین (امام، علماء، پیر حضرات) کو دین کا پیمانہ و معیار بنا کر ان کی اندھا دھند پیروی پر جامد ہو چکے ہیں۔ اپنے خود ساختہ نظریات اور پسندیدہ مسالک و اکابرین کے خلاف قرآن و سنت کے بین دلائل سے لوگ اعراض و نفرت کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کہیں واسطہ پڑ جائے تو آیات کی غلط تاویل و تحریف کرنے سے باز نہیں آتے۔ ابلیس نے لوگوں کو رسالت سے ہٹا کر آبا پرستی کے شکنجے میں جکڑنے کے لیے درج ذیل مضبوط عقلی نکات اٹھائے ہیں:

۱۔ کسی بھی شعبہ کی رہنمائی کے لیے اس شعبہ کے ماہر کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے جیسے: دوائی کے لیے ڈاکٹر کے پاس، نفسیات کے لیے ماہر نفسیات...... اسی طرح دین کے لیے دین کے ماہرین ائمہ مجتہدین کی تقلید کے بغیر گزارہ نہیں۔ خود دین سیکھنے کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ ہمارے مسلک کے اتنے بڑے بڑے جید اور بلند مرتبہ بزرگ علماء و اولیاء حضرات نے کیا قرآن کو نہ پڑھا تھا......؟ کون سی بات ہے جو ان سے چھپی رہ گئی ہو؟ کیا تم ان سے بڑے عالم ہو......؟ کیا تم نے ان سے زیادہ قرآن پڑھا ہے......؟ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ ''جب ہمارے اکابرین بزرگ حضرات کی بات میں شک و شبہ اور غلطی کا امکان ہی موجود نہیں تو خواہ مخواہ قرآن و سنت پر پرکھ کر ان میں عیب کیوں تلاش کئے جائیں......؟ ایسا کرنا اولیاء و علماء کی شان میں تنقیص کرنا شمار ہوگا جو کہ بدبختی کی علامت

ہے...... وغیرہ وغیرہ۔''

ظاہر ہے شیطان کے اس فریب میں بڑا وزن ہے، عام انسان کے لیے اس تسلی کی بنیاد پر قرآن وسنت سے منہ موڑ نا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان فریبوں کی حقیقت ہم اپنی دیگر تصانیف میں بیان کر چکے ہیں اس لیے حقائق سے آگاہی کے لیے دیکھئے ہماری تحاریر:

(رسالت کا حقیقی تصور)

(www.khidmatislam.com)
(khidmat777@gmail.com)

(2)......فرقہ واریت

''فرقہ'' فرق سے ہے جس کا معنی مختلف یا الگ کرنے یا تمیز کرنے کے ہوتے ہیں۔ فرقہ کی ضد جمع یا جماعۃ ہے۔ مسلمان ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ اسلام کے نام لیوا سب ایک ہوں نہ کہ متفرق۔ مسلمان ہو کر بھی گروہ بندی کا شکار ہونے کا مطلب ہے کہ ہمارے اندر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ قرآن وسنت کی رو سے فرقہ واریت کی پہچان پیش خدمت ہے۔

سورہ آل عمران آیات: 103 تا 105 پر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیمات وحی کو مضبوطی سے نہ تھامنا، اللہ کی طرف سے نازل کردہ واضح تعلیمات کی موجودگی میں بھی انہیں رہنما نہ بنانا اور رسولوں (علیہم السلام) کے پیچھے نہ لگنا فرقہ واریت ہے۔ تعلیمات وحی سے انحراف عمومی طور پر فرقہ واریت ہے یعنی جو دین وشریعت یا واضح احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام پر نازل فرمائے ان سے ہٹ جانا یا ان کی بجائے بلا دلیل کسی اور چیز کو دین کا معیار قرار دینا فرقہ واریت ہے۔

نوٹ: ہر وہ شخص، گروہ، جماعت یا مسلک جس نے اپنے آپ کو قرآن وسنت کے سامنے خوشدلی سے پیش کر دیا ہے، اس کی رہنمائی کی طرف لپکتا ہے، اسے دلیل بناتا ہے، اس کے تمام احکامات کو خوشدلی سے تسلیم کرتا ہے۔ اپنے ذہن، سوچ، خود ساختہ اعمال ونظریات کو قرآن وسنت کے سامنے پست کر دیتا ہے۔ ایسا خوش نصیب سلیم الفطرت اور فرقہ واریت

سے بچا ہوا ہے۔لیکن یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ تمام جماعتیں، مسالک، گروہ...... اسی نظریے پر بنتے ہیں لیکن اس پر قائم رہنا پہاڑ سر کرنے کے مترادف ہے۔ جب کوئی جماعت، مسلک، فرقہ اورگروہ کا وجود کھڑا ہوجاتا ہے تو الا ماشاء اللہ بے شمار مصلحتوں کی بنا پر وہی مسلک ،گروہ، شخصیت انسان کے لیے معبود بن جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے اپنے من پسند فرقوں کی بجائے ہمیشہ اسلام، مسلم اور مومن کے ٹائٹل کی پہچان پر ہی فخر کرنا چاہیے۔

اس ضمن میں تفصیل کے لیے دیکھئے: (امت اسلامیہ کا اتحاد، تحریر نمبر: 8 اور نسخہ نجات'' تحریر نمبر: 9)

(3)......توحید کو مرکزی اہمیت نہ دینا

جن وانس کی تخلیق کا مقصد خدائے واحد کی بندگی و پرستش ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾ (الذاریٰت: 51/ 56)

''اور نہیں ہے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد سوائے اس کے (کوئی اور) کہ وہ میری بندگی کریں۔''

اسی لئے امام الانبیاء علیہ السلام سمیت جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ان سب کا اولین ہدف لوگوں کو شرک سے بچانا اور توحید باری تعالیٰ کا نور ان میں جلوگر کرنا تھا۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ﴾

(النحل: 36)

''تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث فرمایا کہ (لوگوں میں یہ بات راسخ کردے کہ) اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔''

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝﴾ (الانبیاء: 21/ 25)

''ہم نے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اسے یہی وحی کی

ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی بندگی کرو۔''

طاغوت:

ہر وہ شے بشمول جن وانس، جمادات، شیاطین جو سرکشی اور شیطان کی پوجا پر مائل کرے اور اللہ و رسول ﷺ کی راہ کی مخالفت پر اکسائے وہ طاغوت ہے۔ طاغوت انسان کی اپنی خواہش نفس بھی ہوسکتی ہے، شیطان اور دیگر مخلوقات بھی۔

لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی اولین بنیاد شرک سے بچانا اور توحید کو اپنانا تھی۔ [1]

اسی لئے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح پیارے رسول ﷺ کی دعوت کا مرکز ومحور بھی اللہ کی توحید تھی:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝﴾

(الرعد: 13/ 36)

''فرما دیجئے مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں اور اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔''

آپ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا:

((فلیکن اولَ ماتدعو هم الیه ان یوحِدوا اللّٰهَ تعالٰی .)) [2]

''تو سب سے پہلے تم انہیں جس چیز کی طرف دعوت دو، وہ اللہ کی توحید ہونی چاہیے۔''

بعثت انبیاء علیہم السلام کے اس بنیادی مقصد کو الا ماشاء اللہ آج کون مانتا ہے۔ مکار ابلیس

---

[1] دیکھئے: (سورہ الاعراف، آیت: ۔ 59، 65، 73، 85)، (سورۂ یوسف: 40)، (الزخرف: 64).

[2] بخاری، رقم: 7372.

نے ہمیں بہت سی غلط پٹیاں پڑھا دی ہیں جیسے شرک تو کلمہ گو کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا نہ توحید و شرک کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور نہ بچنے کی۔ یہ تو سمجھ لگے گی موت کے وقت۔ اب تو لوگ بات نہیں سنتے۔ بوقت موت طوطے اڑ جائیں گے۔

لہٰذا اللہ کی وحدانیت پر جم کر اللہ کو کارساز بنانے، اس پر توکل وتفویض اختیار کرنے اور لجپال، مشکل کشا اور حاجت روا بنا کر ہمہ تن اس کی بندگی و یاد کی عظیم سعادت تک رسائی حاصل کرنا دین کا اصل مقصود ہے۔ جو ابلیسی دھوکوں میں آ کر، کہ کلمہ گو شرک کر ہی نہیں سکتا اور وہ توحید کو سمجھنے اور شرک سے بچنے سے دور ہو گیا وہ ابدی تباہی کا شکار ہو کر سب کچھ کھو بیٹھا۔ دین کے باقی تمام اجزاء صرف اسی صورت کارآمد ہوں گے اگر توحید درست ہوئی، ورنہ سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔

ہر نبی کی کچھ امتیازی صفات ہوتی ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتیازی وصف قرآن میں ہر نوع کے شرک سے سخت اجتناب اور اللہ کی طرف مکمل یکسوئی بیان ہوا ہے۔ اسی امتیازی صفت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کو بھی انہیں کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے:

﴿ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا‌ ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ (النحل: 123)

''پھر ہم نے وحی فرمائی (اے رسول) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسو تھا (ایک اللہ کی طرف) اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس ملت ابراہیمی سے منہ پھیرنے والے کو بے وقوف قرار دیا ہے:

﴿وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ﴾

(البقرۃ: 2/ 130)

''ابراہیم کی ملت سے تو وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو۔''

یوں پروردگار نے بڑے سخت انداز میں یہ بات واضح فرما دی ہے کہ کوئی عقل مند شخص شرک سے اجتناب اور توحید و یکسوئی کی راہ کو اپنانے سے نہیں رہ سکتا، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ بے وقوف ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے جو ہدایت سے دور ہو گیا ہو، اسے یہ حقائق کیسے سمجھ آ سکتے ہیں؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

اس ضمن میں تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے ہماری تحریر: (توحید کا جامع تصور)

(4)......تطبیق کے بغیر فیصلہ

فہم دین کے تناظر میں تطبیق نہ کرنا حقیقت سے دوری کی بہت بڑی وجہ ہے۔ فرقہ واریت نے اس تناظر میں انسان کو بہت بُری طرح دین کی حقیقت سے دور کیا ہے۔

تطبیق:

کسی بھی مسئلہ میں کسی ایک آیت یا ایک حدیث کی بنا پر حتمی نتیجہ نکالنے کی بجائے اس موضوع کے متعلق دیگر آیات و احادیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے گہرے غور و فکر کے بعد جو متوازن حکم سامنے آئے، اس پر عمل پیرا ہونا تطبیق کہلاتا ہے۔

جب انسان فرقہ واریت کا شکار ہو کر اخلاص کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے تو پھر اسکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اسکے گروہ، اسکے ذہن پر حرف نہ آئے۔ لہٰذا وہ کسی بھی معاملے کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اصل مطلوب و مقصود تک پہنچنے کی بجائے صرف ایک آدھی بات کے ادھورے مفہوم کی بنا پر اپنے ذہن و مسلک کے مطابق نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک آیت یا حدیث بھی حجت ہوتی ہے، لیکن بات کے اصل اور حتمی مفہوم تک پہنچنے کے لیے تطبیق ضروری ہوتی ہے۔ بات کو سمجھنے کیلئے درج ذیل مثالوں پر غور کریں:

1۔ دنیا پرستی کے تناظر میں: دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت پر بہت شدید وعیدیں بھی ہیں جبکہ بعض آیات میں اسکا جواز بھی۔ اب کچھ لوگ صرف وعید پر مبنی آیات کی بنا پر یہ حتمی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ دنیا داری ہے ہی بالکل ممنوع و حرام، لہٰذا وہ ترک دنیا کا

ہی درس دیتے ہیں۔

اس کے برعکس دنیا دار لوگ دوسری آیات کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر قسم کی زیب وزینت، تعیش و آرائش...... کچھ بھی ممنوع نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان لوگوں کی ساری کی ساری توانائیاں اسی عارضی زندگی پر صرف ہوجاتی ہیں۔ نہ فہم قرآن، فہم دین کیلئے وقت، نہ عبادات کی ترجیح وشوق......

اگر تطبیق کرتے ہوئے۔ دونوں قسم کی آیات اور ان دونوں قسم کی آیات کے تناسب (Rtaio/Proportion) کو سامنے رکھتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا جاتا تو اللہ کی اصل منشاء کو سمجھنا آسان ہوجاتا۔

2۔ قرآن نے بعض مقامات پر کسی ایک بڑے عمل کی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے اس پر بڑی بڑی نویدیں سنائی ہیں، جیسے: انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ غم (سورۃ البقرہ، آیت۔۲۷۷)۔ اس آیت کریمہ سے بلا تطبیق اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ باقی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، عظیم فلاح کیلئے تو صرف انفاق ہی کافی ہے......تو ظاہر ہے یہ نتیجہ درست نہ ہوگا۔

3۔ ایک روایت: (من قال لا الہ الا للّٰہ دخل الجنة) ''جس نے کہا ''لا الہ الا اللہ'' وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اس سے حتمی نتیجہ کی بنا پر یہ دھوکہ لگ چکا ہے کہ عمل کریں نہ کریں جنت میں جانے کیلئے تو کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فی زمانہ مسلمان بدترین اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوچکے ہیں۔ تقویٰ پر کاربند ہوئے بغیر محض کلمہ کی بنا پر بخشے جانے کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہوکر بے عملی کی راہ پر چڑھ چکے ہیں۔

جبکہ اس ضمن میں بطور تطبیق دیگر دلائل سے صرف نظر کیا گیا ہے، جیسا کہ:

(i) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ ﴾

(العنکبوت: 29/ 2)

''کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنا کہنے پر کہ وہ ایمان لے آئے، چھوڑ دیا جائے گا، اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟''

یہاں اس غلط فہمی کا مکمل ازالہ کر دیا گیا ہے کہ محض زبان سے ایمان لانے کا اقرار کر لینے سے بات نہیں بنے گی جب تک انسان کلمے کے تقاضے پورے نہ کرے۔

(ii) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات و هو يعلم انه لا اله الا اللّٰه دخل الجنة .))

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اس بات کی (حقیقت) جانتا ہو کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

یعنی بوقت موت جس کلمہ کا اعتبار ہے، وہ ہے جو علم و شعور کے ساتھ ہو۔

(iii) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے (۳) اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔'' [1]

اسی ضمن میں ایک اور روایت میں ہے:

((وان صام و صلى و زعم انه مسلم .)) [2]

''اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے (پھر بھی وہ منافق ہے)۔''

مزید یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کہ:

((لا دين لمن لا عهد له .))

''اس شخص کا کوئی دین نہیں جس میں عہد و پیمان کی پاسداری نہیں۔''

---

[1] بخاری و مسلم کتاب الایمان.

[2] مسلم، کتاب الایمان.

اور:

((لا ایمان لمن لا امانة له .))

''اس کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں۔''

اسی بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ عمل کے بغیر کلمہ کام نہ آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ظالم کے ساتھ چلتا ہے تا کہ وہ اسکو تقویت پہنچائے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے، ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔'' ❶

④ نبی کریم ﷺ سے محبت کے حوالے سے درج ذیل روایت کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ سے محبت ہے تو اعمال کا ہونا ضروری نہیں۔ بغیر عملوں کے محض محبت کی بنا پر ہی بیڑا پار ہو جائے گا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((فانك مع من احببت)) یقیناً قیامت کے روز تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسلام لانے کے بعد ہمیں جتنی خوشی اس بات سے ہوئی اتنی خوشی کسی اور بات سے نہیں ہوئی۔'' ❷

اس روایت سے بظاہر تو ایسے ہی لگتا ہے کہ اگر محبت ہے تو اعمال کے بغیر بھی کام بن جائے گا۔ لیکن حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں۔ محبت اور اتباع و اعمال سے دوری ایک دوسرے

---

❶ شعب الایمان: 54/6، رقم: 7479، مشکوٰۃ: 5135.

❷ صحیح مسلم کتاب البر والصلة.

کے مخالف ہیں۔ محبت کا مطلب ہی محبّ سے قلبی لگاؤ اور اس کی منشاء و مرضی کو ملحوظ رکھنا ہے نہ کہ اس کے برعکس چلنا۔ اسی لئے دعویٰ محبت کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنیادی شرط ہی نبی کریم ﷺ کی اتباع رکھی ہے اور بغیر اتباع دعویٰ محبت کو باطل قرار دیا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ (آل عمران: 3/ 31)

''(اے نبی انہیں) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔''

بلکہ بغیر اعمال خالی دعویٰ محبت اور پیروی سے گریز کرنے پر کفر کی وعید نازل فرمائی ہے:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

(آل عمران: 3/ 32)

''اے نبی ﷺ ان کو فرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

باقی اخروی نجات کے لیے قرآن مجید میں دو بنیادی شرائط (ایمان و عمل) اس کثرت سے بیان ہوئی ہیں کہ اس ضمن میں غلط فہمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جگہ جگہ فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کئے۔''

یعنی تخصیص کے ساتھ تکرار سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ نجات یافتہ ہونے کے لیے خالی ایمان کافی نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ پر کاربند ہونا دونوں ضروری ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

''جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکے گا۔'' [1]

یعنی فیصلہ نسب یا نسبت اور خالی محبت کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اعمال کی بنا پر ہوگا۔

اسی ایک بات کی تفصیل بیان کی جائے تو پوری کتاب بن جائے۔ لہٰذا بغیر تطبیق صرف

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الذكر و الدعا.

مذکورہ ایک روایت کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ نجات کے لیے اعمال اور اتباع کے بغیر صرف خالی محبت ہی کافی ہے درست نہیں۔ کیونکہ اعمال اور اطاعت سے دوری حقیقت میں محبت کی نفی ہے۔

⑤ شرک کے معاملے میں درج ذیل روایت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہارے متعلق اس بات سے خائف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے۔'' ❶

صرف اس ایک حدیث کے ادھورے مفہوم کی بنا پر یہ حتمی نتیجہ نکال لینا کہ امت مسلمہ شرک کا ارتکاب نہیں کرسکتی۔ اس بنا پر فہم توحید وشرک کے زندگی کے سب سے اہم موضوع کو زندگی سے نکال دینا بہت بڑی ہلاکت ہے۔ اگر دیگر آیات و روایت کو ملحوظ رکھا جاتا تو بچت ہو جاتی جیسے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تقوم الساعة حتىٰ تلحق قبائل من أُمتی بالمشركين و حتی تعبد قبائل من أُمتی الاوثان.)) ❷

''اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کیساتھ نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کے بارے میں انتہائی خوفناک خبر دی کہ:

''یقیناً تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت، بالشت کے ساتھ اور ہاتھ، ہاتھ کے ساتھ (برابر ہوتا ہے) حتیٰ کہ اگر پہلے لوگوں

---

❶ بُخاری، رقم: 1344، مُسلم.

❷ سُنن ابی داؤد ''کتابُ الفتن'' رقم: 4252.

نے کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے کا (بے ہودہ اور فضول) کام کیا تو تم بھی اُن کے پیچھے چلو گے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ اُن پہلے لوگوں سے مراد کیا یہودی اور نصرانی (عیسائی) ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ مراد نہیں تو اور کون مراد ہیں؟'' ❶

اس ضمن میں تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری تحریر: (ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب: 2)

⑥ درج ذیل روایت کی بنا پر یہ حتمی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ شرک کے ضمن میں مسلمانوں کو زیر موضوع ہی نہیں بنانا چاہئے:

''سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تم پر اُس آدمی کا بڑا خوف ہے جو قرآن پڑھے گا یہاں تک کہ اُس کی تازگی اُس کے چہرے پر ظاہر ہوگی اور وہ (بظاہر) اسلام کی مدد کرنے والا ہوگا جس قدر اللہ چاہے گا اُسے متغیر کردے گا پھر وہ دینِ اسلام سے نکل جائے گا اور دین کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دے گا۔ اپنے مسلم پڑوسی پر تلوار کے وار کرے گا اور اُس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی شرک کی تہمت لگانے والا شرک کے قریب ہوگا یا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی وہ شرک کے قریب ہوگا۔ فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا خود شرک کے قریب ہوگا۔'' ❷

اس روایت کے غلط مفہوم کی بنا پر ابلیس کو کھیلنے کے لئے کھلا میدان مل گیا ہے کہ جیسے چاہیے مسلمانوں کو ورغلا کر ان کی ابدی ہلاکت کرے۔ تطبیق کی بنا پر اگر درج ذیل دیگر دلائل کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا تو بچت ہوجاتی:

☆ اسی مضمون کی مثال نمبر 4: میں بیان کردہ روایت (بخاری:3456، مسلم) جس میں

---

❶ بُخاری: 3456، مسلم. ❷ صحیح ابن حبان 81، مجمع الزوائد.

نبی کریم ﷺ نے خود اپنی امت کے یہود و نصاریٰ (جن کا بڑا جرم شرک تھا) کی من و عن پیروی کی خوفناک پیشگی خبر دی۔

پھر شرک کی سنگینی اس قدر بھیانک ہے کہ شرک کی تفہیم اور اس سے بچنے کی بھرپور کوشش سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے جیسا کہ:

☆ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا معاذ (رضی اللہ عنہ) کو دس باتوں کی تاکید فرمائی جن میں سے پہلی یہ تھی:

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، خواہ تمھیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔'' [1]

☆ نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی:

((من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار .)) [2]

''جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو پکارتا تھا (مصائب و آلام میں بلا اسباب پکارنا جو کہ عبادت ہے) تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

☆ خالق نے قرآن مجید میں یہ حتمی فیصلہ کر دیا ہے کہ بروز قیامت ہر گناہ کی معافی کا امکان ہے لیکن شرک کبھی معاف نہیں ہوگا۔

اگر اس قسم کے کثیر دلائل کو بھی پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جاتا تو بچت ہو جاتی۔ ان حقائق کو پس پشت ڈالنا تو ایسا ہی ہے کہ کوئی قتل کے ضمن میں ایک شخص کے 99 قتل کرنے والی ایک روایت (جس کے مطابق محض توبہ کی نیت سے سفر کرنے پر بخشش ہوگئی) کو بنیاد بنا کر قتل و غارت کو معمولی سمجھ کر اس گھناؤنے جرم کا مرتکب ہو کر فساد فی الارض برپا شروع کر دے۔ جبکہ نسل انسانی کی بقا کے لیے قتل و غارت پر قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی دیگر انتہائی

---

[1] مسند احمد: 2157.

[2] بخاری، رقم: 449.

سخت تنبیہات کونظر انداز کردے جیسے:

''ایک جان کا ناحق قتل پوری انسانیت کاقتل قرار دیا گیا (سورۃ المائدہ: 5: آیت: 32)، کسی ایک اہل ایمان کے ناحق قتل پر انتہائی سخت وعیدیں: (۱) اس کا بدلہ جہنم ہوگا۔ (۲) جہنم میں وہ جلے گا ہمیشہ ہمیش۔ (۳) وہ بدنصیب اللہ کے غضب کا شکار ہوگیا۔ (۴) اللہ کی لعنت اور پھٹکاراس پر آپڑی۔ (۵) اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (النساء: 4: آیت: 93)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے:

''اہل ایمان کے قتل کو کفر کے برابر قرار دیا۔'' [1]

''ایک مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اسکا خون دوسرے مسلمان پر حرام کیا۔'' [2]

شرک کی طرح اگر اس انتہائی شدید ظلم کو بھی معمولی لے لیا جائے تو زمین پر انسانوں کا رہنا مشکل ہوجائے (جو کہ مشکل ہو چکا ہے)۔ اس لئے اسلام نے اس انتہائی گھناؤنے ظلم کے سد باب کے لیے مذکورہ شدید تنبیہات نازل فرمائیں اور اس فعل کے ارتکاب پر معافی کا انتہائی سخت پیمانہ مقرر کیا: قتل عمد (یعنی دانستہ قتل) پر قصاص یعنی قتل کے بدلے قتل اور قتل خطا (نادانستہ) پر دیت بتلایا۔

ان سب تنبیہات کو نظر انداز کر کے صرف مذکورہ ایک روایت کو پیش نظر رکھنے کا نتیجہ دنیا میں قتل و غارت (جو کہ نکل چکا ہے) اور آخرت میں ابدی جہنم کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے؟

⑦ رسالت کے ضمن میں قرآن حکیم میں دونوں قسم کی آیات ہیں یعنی: نبی کریم ﷺ سمیت دیگر انبیاء علیہم السلام کی فضیلت میں بھی اور لوگوں کو ابلیسی عمل دخل: حد سے تجاوز، غلط نظریات اور شرک سے بچانے کے لیے بعض مقامات پر سختی پر مبنی آیات بھی۔

[1] صحیح بخاری، رقم: 4406، صحیح بخاری، رقم: 10.

[2] ترمذی البر والصلة: 1927، بخاری و مسلم.

اب بغیر تطبیق کسی ایک طرف کی آیات کی بنا پر شان وعظمت میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا بھی درست نہیں اور اس کے برعکس دوسری آیات کی بنا پر تحقیر کی طرف جانا بھی عقلمندی نہیں۔ اعتدال پر رہتے ہوئے حسن نیت سے دونوں قسم کی تعلیمات کی بنا پر متوازن پہلوؤں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے تاکہ شرک سے بھی بچا جا سکے اور بے ادبی سے بھی۔

امید ہے بات سمجھ آچکی ہوگی۔ اس وقت اسلام میں یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ دین کے تمام پہلوؤں: توحید، رسالت، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشیات...... پر یہی فقدان پایا جاتا ہے۔ ان سب کے تفصیلی بیان کے لیے الگ سے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ لہٰذا انہیں چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ جب تک کوئی مخلص نہیں ہوجاتا، تب تک اس انتہائی خطرناک بیماری سے جان نہیں چھوٹ سکتی۔

(5)......قرآن حکیم کو حاکم نہ بنانا

الحمدللہ تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن حکیم دین کا وہ مآخذ ہے جو:

''سب سے مستند ہے، حرف آخر ہے، جس میں باطل داخل نہیں ہوسکتا، جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہی دین کا پرائمری ماخذ اور اولین بنیاد ہے۔ تمام دینی علوم اسی کے تابع ہیں۔ قرآن ہر علم پر حاکم وجج اور پیمانہ ومعیار ہے۔''

لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود عملی طور پر اس بات کا بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ زبان کی حد تک تو یہی اقرار کیا جاتا ہے لیکن عملاً اس پر قائم نہیں رہا جاتا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم قرآن حکیم سے دیگر علوم کی طرف جائیں۔ یعنی قرآن حکیم کی آیات کو اولین بنیاد بنا کر اس کی تشریح وتوضیح کے لیے روایات سمیت دیگر علوم سے استفادہ کیا جائے اور اگر کوئی بھی چیز قرآن حکیم کے واضح احکامات سے بظاہر مطابقت نہ رکھتی ہو تو اس کی ایسی تاویل کی جائے کہ وہ قرآنی احکامات کے تحت ہو جائے۔ لیکن الا ماشاء اللہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اول تو

الا ماشاء اللہ قرآن حکیم سے ہمیں رسمی تلاوت سے زیادہ سروکار نہیں تاہم اگر ضرورت پڑ بھی جائے تو دیگر علوم کو اولین بنیاد بنا کر قرآن کی طرف آیا جاتا ہے اور قرآن کی تشریح وتوضیح دیگر علوم کے تابع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلاشبہ قرآن حکیم کی تعلیمات کا عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے جو سنت اور سیرت کی شکل میں ہمارے لئے عظیم رہنمائی ہے۔ اور اس رہنمائی کی بنیاد قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ فرامین رسول ﷺ ہیں جو احادیث کی شکل میں ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا حکم مبارک بھی ہمارے لئے حرف آخر ہے لیکن یہ احکام ہم تک براہ راست نہیں پہنچے بلکہ درمیان میں بہت سے راوی شامل ہیں۔ اس لئے اس بات کی یقینی تصدیق کیلئے کہ بات واقعتاً آپ ﷺ کی ہے یا نہیں محدثین نے صحتِ روایت پر جہاں جرح وتعدیل کے سخت ضوابط مقرر کئے وہیں متن یعنی عبارت کے درست ہونے پر بھی درج ذیل سخت اصول بنائے جیسے:

(۱)...... روایت دیگر صحیح احادیث کے خلاف نہ ہو۔

(۲)...... سند کے ساتھ درایت بھی درست ہو۔ یعنی عقل و دانش، حکمت و دانائی پر مبنی بات ہو۔ قوانین فطرت کے خلاف نہ ہو جیسے روایات میں آئے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوتا ہے...... تو ایسی روایت سند درست ہونے کے باوجود بھی قابل قبول نہ ہوگی۔

(۳)...... معمولی کاموں پر بہت بڑے اجر کی نوید نہ ہو۔ جس کا نتیجہ ترجیحات کا فقدان ہے۔ یعنی لوازم دین فرائض و واجبات پس پشت جبکہ کم اہمیت والے کام اصل دین بن جائیں گے۔ جو کہ بن چکے ہیں۔

(٤)...... انہیں اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول یہ بھی تھا کہ: ''متن یعنی عبارت قرآن حکیم کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔'' اگر روایات سمیت کوئی بھی دینی بات قرآن کی واضح تعلیمات بلکہ دیگر صحیح السند احادیث کے بھی خلاف ہو تو سند درست ہونے کے باوجود بھی محدثین اسے قبول نہیں کرتے بلکہ اسے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ قرار دیتے ہیں کیونکہ

پیارے رسول ﷺ کا مقصد قرآن کا اِبلاغ ہے۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل تو ہے ہی قرآن (کان خلقه القرآن)۔

روایت کے متن کے حوالے سے تمام مستند محدثین انہیں اصولوں پر کاربند ہیں۔اس ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے جامع رہنمائی یوں فرمائی:

''ایک قرینہ وہ ہے جو مروی (روایت کیا گیا) کے حال سے متعلق ہے کہ روایت قرآن کریم کی نص، سنت متواترہ، اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو اور اس کی تاویل نہ ہو سکے۔'' [1]

یعنی اگر روایت مذکورہ سب چیزوں کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ کی طرز زندگی، سیرت مبارک اور سنت درحقیقت قرآن کا عملی نمونہ ہے۔لہٰذا جس نے قرآن کے واضح احکامات کے خلاف کسی دینی رہنمائی کو ترجیح دیتے ہوئے قرآن کو اسکے تابع کرنے کی کوشش کی تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔مزید یہ کہ اسی تحریر کے ''باب۔ا'' میں نبی کریم ﷺ کے اپنے فرمان مبارک سے بھی یہ بات واضح کردی گئی کہ جب فتنے پیدا ہوجائیں اس وقت جس کسی نے قرآن کے علاوہ کسی اور چیز سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی تو اللہ اسے گمراہ کردے گا۔

اس لیے اس: دنیا پرستی، مادہ پرستی،فرقہ پرستی،مسلک پرستی، جمود، اندھی وجامد تقلید،قتل و غارت،شرک و بدعات،حرص و ہوس......سمیت دیگر بے شمار فتنوں کے پرفتن دور میں یہ زیادہ ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم کو اولین بنیاد بناتے ہوئے روایات سمیت دیگر علوم سے استفادہ کریں۔اس ضمن میں دو انتہاؤں سے بچنا ہے:

(۱)...... بغیر سوچے سمجھے اور گہرے فہم وبصیرت اور اہل علم سے استفادہ کے بغیر جو روایت اپنے ذہن ومسلک کے خلاف آئے اسے قرآن کے خلاف قرار دے دینا درست نہیں۔

---

[1] نذهة النظر، ص: 97، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ.

(۲)...... اگر واقعتاً کوئی روایت قرآن کی واضح ومحکم تعلیمات کے خلاف ہوتو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہوئے اسے قرآن کے اوپر لانے سے بھی بچنا ہے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھوبیٹھیں گے۔

بچت اسی میں ہے کہ ایسی صورت حال میں ان روایات کی ایسی تاویل کی جائے کہ بات قرآن کے مطابق ہو جائے یا ایسی روایات پر خاموشی اختیار کرتے ہوئے انہیں اللہ کے سپرد کردیا جائے۔ جیسا کہ فرمان رسول ﷺ بھی ہے:

''امر تین قسم کے ہیں، ایک وہ جس کی رشد و بھلائی واضح ہے پس اسکی اتباع کرو، ایک امر وہ ہے جس کی گمراہی واضح ہے، پس اس سے اجتناب کرواور ایک امر وہ ہے جس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، پس اسے اللہ عز وجل کے سپرد کردو۔'' (مسند احمد)

اس روایت کی سند تو کمزور ہے لیکن اصولاً یہ بات بالکل درست ہے۔

(6)......اصل اور جواز

دین میں کچھ چیزیں دین کی اصل اور بنیاد ہوتی ہیں جو اصلاً مطلوب ومقصود ہوتی ہیں اور انہیں چیزوں پر مشروط (حدود وقیود کے تحت) کچھ جواز بھی موجود ہوتا ہے۔ فرقہ واریت میں ملوث لوگوں پر ابلیس کا عمل دخل اس طرح ہوتا ہے کہ:

''دین کے اصل مطلوب ومقصود کونظر انداز کرا کے ساری توجہ جواز پرمرکوز کرا دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے جواز اصل کی جگہ لے لیتا ہے، جبکہ اصل نظر انداز ہوکر پس پشت ڈل جاتا ہے۔''

جو بدنصیب بھی اس چال کا شکار ہوجائیں، اصل کی اہمیت تو ان کے نزدیک کوئی خاص نہیں رہتی محض زبانی اقرار کی حد تک بات رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس ان کی ساری توانائیاں جواز پر صرف ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اصل کونظر انداز کرتے ہوئے جواز پر ہی

دلائل پیش کرنے، اسی کو زندگی کا مرکز ومحور بنانے، اسی پر تحاریر وتقاریر کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ یوں انسان حقیقت سے اس قدر دور جا گرتا ہے کہ دین کی اصل کی طرف لوٹنے کا خیال بھی اسے نہیں آ پاتا۔

بات کو سمجھنے کے لیے ان گنت مثالوں میں سے صرف چار مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ سابقہ اقوام کو ابلیس نے جن بڑے ہتھکنڈوں کے ذریعے ہلاک کیا۔ امت مسلمہ کو ان سے بچانے کیلئے سورہ فاتحہ میں وہ تقاضا رکھ دیا گیا تا کہ انسان اپنی زبان سے تکرار کے ساتھ ہر رکعت میں قول وقرار کر کے ہلاکت سے بچ جائے۔ جیسا کہ ہم ہر رکعت میں یہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳﴾

''وہ (اللہ) بدلے کے دن کا مالک ومختار ہے۔''

سابقہ اقوام شفاعت کے غلط تصور کی بنا پر ہلاک ہوئیں کہ وہ زندگی جیسے چاہیں گزاریں بالآخر وہ شفاعت سے چھوٹ جائیں گے۔ اس لئے ہماری زبان سے اقرار کرایا گیا کہ: ''اُس دن بخشش کا سارا اختیار اللہ کے پاس ہوگا'' کہ کہیں انسان اللہ سے بے نیاز ہو کر مذکورہ ہلاکت سے دوچار نہ ہو جائے۔ شفاعت کے ضمن میں یہ دین کا اصل مطلوب ومقصود تھا جس کی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے قرآن میں دیگر بہت سخت آیات بھی نازل کی گئیں۔ اس اصل مطلوب ومقصود پر اللہ کے اذن کے ساتھ شفاعت کا کچھ جواز بھی دیا گیا۔ اب اس جواز کو تو اصل بنا لیا گیا ہے اور جو اصل مطلوب ومقصود تھا، جس پر بہت سختی بھی کی گئی وہ ساری آیات کو پس پشت ڈال کر اُسی دھوکے میں ہم بھی مبتلا ہو گئے ہیں جس میں ابلیس نے سابقہ اقوام کو مبتلا کیا تھا۔

۲۔ سابقہ اقوام مصائب وآلام کے رفع کے لیے انبیاء (علیہم السلام)، ملائکہ، جنات اور دیگر نیک بزرگ حضرات وغیرہ کو غائب میں پکارتے (جو کہ دعا ہے اور دعا عبادت ہے جو

صرف اللہ کا حق ہے)۔امت مسلمہ کو اس شرک سے بچانے کے لیے حکم دیا گیا کہ وہ نماز کی ہر رکعت میں یہ کہا کریں:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾

''ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور تجھی سے استعانت طلب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔''

حالانکہ استعانت کی مذکورہ شکل (بلا اسباب غائب سے فریادرسی) میں کوئی جواز بھی بیان نہیں ہوا (جواز تو ظاہری اسباب کے تحت مدد میں ہے)۔بلکہ قرآن میں پکارنے پر انتہائی شدید وعیدیں (کفر اور شرک تک کی) نازل ہوئیں۔درجنوں آیات اس ہلاکت سے بچانے کے لیے نازل کی گئیں۔اسکے باوجود بھی دین کی اس اصل کو نظر انداز کر کے اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے پر سارا زور دیا جا رہا ہے۔

۳۔ رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کو دین کی اصل قرار دیا گیا۔رسول ﷺ کی پیروی کے تابع غیر نبی کی مشروط پیروی کا جواز بھی رکھا گیا۔اور رسول ﷺ کی پیروی کی اصل بنیاد پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے اس پر طرح طرح سے انتہائی سخت آیات بھی نازل کر دی گئیں کہ انسان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔لیکن اس کے باوجود بھی رسول ﷺ کی اطاعت واتباع پس پشت جبکہ آبا پرستی: اپنے اپنے پسندیدہ مسالک، گروہ، اکابرین، ائمہ کرام رحمہم اللہ، علماء، پیر حضرات...... کی اندھی و جامد تقلید کو دین کی اصل بنیاد بنا کر ساری توانائیاں اسی پر صرف کر دی گئیں۔

۴۔ اسی طرح وہ خالق جس نے ہر چیز کو وجود دیا اور چلایا، سرتاپا جس کی نعمتوں اور احسانات میں ہم ڈوبے ہوئے ہیں، اس کی یاد، اسکا تذکرہ، اسکی شکرگزاری، اس سے شدید محبت وابستگی...... دین کی اصل بنیاد تھی جو جواز کی شکل اختیار کر گئی ہے۔جبکہ نسبت تناسب کا لحاظ رکھے بغیر مخلوقات کو اصل کی جگہ دے دی گئی ہے۔جس کا نتیجہ یہ

نکلا ہے کہ خالق سے کٹ کر ہم سب کچھ کھو کر مخلوقات کے غلام بن چکے ہیں۔

حقیقت سے آگاہی کے لیے ان گنت دلائل میں سے بطور نمونہ صرف درج ذیل چند دلائل پر غور فرمائیں:

❀ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَّسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۝﴾

(الاحزاب: 41-42)

''اے اہل ایمان اللہ کی یاد کرو کثرت کے ساتھ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔''

یعنی کثرت سے ہمہ تن اس کی یاد قلب و زبان میں بس جائے، ہر نصیب ہونے والے وقت میں (صبح بھی، شام بھی) اسے شرک سمیت دیگر عیوب سے پاک قرار دیتے رہنے کا اعادہ کیا جائے۔

❀ ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝﴾ (آل عمران:41)

''اپنے رب کو یاد کرو کثرت کے ساتھ اور صبح و شام اسکی تسبیح بیان کرو۔''

❀ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ:2:165)

''اور جو اہل ایمان ہیں وہ (تو) شدید ترین محبت کرتے ہیں اللہ کے ساتھ۔''

❀ ﴿فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝﴾ (الحج:78)

''پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مظبوط تھام لو، وہی تمھارا مولیٰ (جگری دوست) ہے، تو وہ کتنا خوب دوست اور کتنا خوب مددگار ہے۔''

❀ ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (الفرقان: 58)

''اور توکل و بھروسہ (تو) اختیار کرو اس ذات پر جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔''

❀ ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفًا وَّ مَآ أَنَا مِنَ

﴿...الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام :79)

''بے شک میں نے یکسو ہوکر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کرلیا ہے، جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

❀ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ۭ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (الانبیاء: 90)

''بے شک وہ لوگ (انبیاء کرام) بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے اور اُمید اور خوف کی حالت میں ہمیں پکارتے تھے اور ہمارے لیے خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحی والمیت.)) ❶

''مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اسکی جو اپنے رب کو یادنہیں کرتا، ایسے ہے جیسے زندہ اور مردہ شخص۔''

تورات سے ایمان کی تازگی:

''(موسیٰ نے کہا) اے بنی اسرائیل غور سے سن! خدا ہمارا خدا صرف ایک خدا ہے۔ تُو اپنے خدا سے اپنے پورے دل، پوری جان اور پوری چاہت سے محبت رکھ۔ یہ باتیں تیرے دل میں ہمیشہ نقش رہیں۔ اور یہ توحید تُو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، گھر آتے، گھر سے جاتے، ہر وقت اپنے بچوں کو سکھاتا رہ تاکہ ان کے دلوں پہ بھی نقش رہیں۔'' ❷

❶ صحیح بخاری: 6407. ❷ کتاب الاستثناء، باب : 5-6.

پروردگار نے متنبہ فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝﴾ (نوح :13-14)

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی قدر و برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے ،حالانکہ اس نے تمھیں طرح طرح (کی حالتوں) میں پیدا کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں موت سے قبل جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے قابل رشک بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

یہی صورت حال دین کے دیگر عنوانات کی ہے۔یوں امت مسلمہ حقیقت سے بہت دور جا چکی ہے۔اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔(آمین)

(7)......محکم کی بجائے متشابہ آیات کے پیچھے لگنا

قرآن میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہ بھی۔ہمیں متشابہ کی بجائے محکم آیات کی پیروی کا پابند کیا گیا ہے۔لیکن جب انسان ہدایت کی راہ سے ہٹ جاتا ہے تو وہ محکم آیات سے صرف نظر کرتا ہے اور متشابہ کو بنیاد بنانا شروع کر دیتا ہے،جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾

(آل عمران: 3/ 7)

''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس میں محکم آیات ہیں جو اس کتاب کی اصل (جڑ) ہیں اور دوسری آیات متشابہ ہیں۔پس جن کے دلوں میں کجی (ٹیڑھ) ہے وہ متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ ان سے کوئی فتنہ پیدا کریں یا اپنے مطلب کی تاویل نکالیں حالانکہ کوئی نہیں جانتا ان کی حقیقی

تاویل سوائے اللہ کے اور پختہ علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں۔"

اِسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((فـاذا رأيتم الذين يتبعون ما تشابه منه ، فاولئك الذين سمى الله ، فاحذروهم .)) [1]

"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں تو سمجھ لو یہ وہی لوگ ہیں جن کا نام اللہ نے لیا ہے (کہ اُن کے دلوں میں کجی ہے) پس تم اُن سے بچتے رہنا۔"

محکم آیات:

"محکم"، حکم سے ہے یعنی وہ آیات جن میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جن کا معنی اور مطلب واضح ہے۔ ان آیات سے انسان شک میں نہیں پڑتا۔ تفسیر ابن کثیر میں سیّدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق محکم وہ آیات ہیں جن میں احکام: حلال و حرام، ممنوعات، حدیں اور اعمال کا بیان ہے۔ یہ آسان ہیں ان کو سمجھنے کے لیے لمبی چوڑی تعلیم یا 17 علوم کی ضرورت نہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی گہرائی میں اترنے کے لیے زیادہ علوم کی ضرورت ہے لیکن عمومی و بنیادی ہدایت کے لیے ایسی کوئی شرائط نہیں ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت قرآن مجید سے مستفید ہونے سے محروم ہی رہتی۔

متشابہات:

جن کے معنی واضح نہیں۔ ان کی مختلف تاویلیں کی جا سکتی ہیں۔ کئی کئی معنی نکل سکتے ہیں جن کو سمجھنا مشکل ہے اِن میں سے اکثر عقل سے ماورا ہیں۔ جمہور علماء و مفسرین کے

[1] سُنن ابی داؤد"کتابُ السنه" حدیث نمبر 4598.

نزدیک یہ آیات عالم غیب سے متعلق ہیں جیسے! اللہ کی ذات و صفات، اُس کا ہاتھ، چہرہ، عرش، کرسی، فرشتے، عالم برزخ، جنت و دوزخ، حروف مقطعات اور قضا و قدر کے مسائل وغیرہ۔

(8)......صحیح السند احادیث کی بجائے ضعیف وموضوع روایات

چونکہ آپ ﷺ کی طرف منسوب بات دین بن جاتی ہے اس لیے یہودیوں، منافقین اور اُن کے پیروکاروں نے لاکھوں کے حساب سے روایات گھڑ کر اسلام میں داخل کردی ہیں۔ ان بے بنیاد ضعیف وموضوع روایات کی پیروی گمراہی پر قائم رہنے کی ایک اور بڑی وجہ ہے۔ جب انسان فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھتے ہوئے قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل سے دور ہوجاتا ہے تو انسان اپنے خودساختہ غلط نظریات کے دفاع کے لیے بے بنیاد روایات کا سہارا لیتا ہے۔ ایک مخلص، سچا سلیم الفطرت انسان قرآن وسنت کے روشن دلائل کی بجائے کمزور اور بے بنیاد روایات کی پیروی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے جھوٹی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنے پر دوزخ کی وعیدیں بھی سنائیں اور اس خطرناک جرم سے بچنے کی سخت تلقین فرمائی:

((یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنوکم .)) [1]

”آخری دور میں فریب کار جھوٹے لوگ ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباء نے، پس اپنے آپ کو ان سے اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھیو تاکہ کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔“

[1] صحیح مُسلم ”المقدمه“ حدیث نمبر: 16.

چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق مجموعہ احادیث ''صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں اپنی کتاب تصنیف کرنے کی بنیادی وجہ کثرت کے ساتھ ضعیف ومنکر روایات کی موجودگی بیان کی ہے۔ اور وہ ''صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں تقریباً 100 احادیث اور روایات اس بات کی دلیل پر لے کر آئے ہیں کہ حدیث صحیح ہونا کس قدر ضروری ہے۔ اگر آپ کو واقعتاً اپنی اخروی زندگی عزیز ہے تو اس ضمن میں مسلم المقدمہ ایک دفعہ ضرور پڑھیں۔

ان سب تنبیہات کے باوجود، صورت حال یہ ہے کہ اپنے اپنے خود ساختہ، من پسند فرقوں کی آبیاری کی خاطر الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ اس ضمن میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دھڑلے سے بے بنیاد روایات بلکہ اس سے بھی آگے غیر نبی لوگوں کے اقول کی بنا پر تقاریر اور تحاریر کا بازار گرم ہے۔ اور اس میں ملوث لوگ، اس خسارے سے بچتے ہوئے نظر نہیں آرہے۔

اس ضمن میں حقائق سے آگاہی کے لیے دیکھئے ہماری تحاریر: (رسالت کا حقیقی تصور)

(9)......قرآنی دلائل کو بنیاد بنانے کی بجائے خرق عادت امور کو بنیاد بنانا

راست دین پر گامزن رہنے اور ابلیس سے بچنے کا بالکل آسان اور سیدھا راستہ اپنے ہر ہر عقیدے اور عمل کی توثیق کے لیے قرآن وسنت کے محکم دلائل کو بنیاد بنانا ہے۔ لیکن جب انسان اس مضبوط اور محفوظ بنیاد کو اہمیت نہیں دیتا، اسے مضبوطی سے نہیں تھامتا تو انسان ابلیس کی چالوں کی زد میں آجاتا ہے۔ انہیں میں سے ایک بہت مضبوط چال قرآن کی آیات کو معیار بنانے کی بجائے خرق عادت (عقل کو عاجز کرنے والے) امور کو بنیاد بنانا ہے۔

عقل کو عاجز کرنے والے امور کا اثر انسان پر جادو کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ کی خاص رحمت شامل حال ہو تو انسان بچتا ہے۔ یہ اتنا طاقتور جال ہے کہ اس کی لپیٹ میں آنے والوں کو قرآن وسنت کے بین دلائل پر لانا بہت مشکل ہے۔ خوارقِ عادت امور کی

تین بڑی اقسام ہیں:

(۱)...... معجزہ

(۲)...... کرامت اور

(۳)...... استدراج یا شعبدہ بازی

معجزہ اور کرامت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جبکہ استدراج شیطان کی طرف سے اور استدراج کلمہ گو اور کافر سب پر ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر عقل کو عاجز کرنے والا کام استدراج ہو یا کرامت ہی ہو۔ اس کی پہچان صرف شریعت کا معیار ہی ہے۔ بچت کا رستہ یہی ہے کہ قطعی علم قرآن وسنت پر دین کی بنیاد رکھی جائے۔ جہاں تک معاملہ خرقِ عادت امور وغیرہ کا ہے وہ بھی کم وبیش سب مکاتب فکر میں موجود ہیں، کہیں زیادہ کہیں کم۔ لوگ چونکہ صرف اپنے پسندیدہ مکتب فکر سے آگاہ ہوتے ہیں اس لیے انہیں دوسروں کی کرامات سے آگاہی نہیں ہوتی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے معاملات صرف ہمارے گروہ کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ پاکستان کی دو بڑی جماعتیں تبلیغی جماعت اور دعوتِ اسلامی، ان دونوں جماعتوں میں کشف وکرامات جیسے واقعات بکثرت سنے سنائے جاتے ہیں۔ اِسی طرح جہادی تنظیموں میں بھی غیر معمولی واقعات موجود ہیں۔ اگر حق کی دلیل یہی چیزیں ہیں تو پھر سب گروہ صراط مستقیم پر ہونے چاہئیں۔؟

اس ضمن میں حقیقت حال سے آگاہی کے لیے دیکھئے: ہماری تحریر (توحید کا جامع تصور باب:11)

(10)......سنت کی بجائے بدعات کا فروغ

قرآن مجید کے احکامات کا عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے جو سنت کی شکل میں ہمارے لئے عظیم رہنمائی ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کے طریقوں کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کا سخت تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقوں پر چلا جائے۔ اپنے عقائد وافعال میں سنت کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ یہی سیدھا اور آسان راستہ

ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کے طریقوں کو تبدیل کرنا۔ دین کے نام پر خود ساختہ غلط نظریات اور طور طریقوں کا اجرا اور انہیں ضروری دین قرار دینا، شریعت سازی اور بدعات کے زمرے میں آتا ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے انتہائی شدید وعیدیں نازل فرمائی ہیں۔ گناہ اور بدعت میں بنیادی فرق یہی ہے کہ گناہ کو غلط سمجھا جاتا ہے جبکہ بدعت کو دین اور نیکی کی نیت سے اپنایا جاتا ہے۔ جو کہ درحقیقت شریعت سازی ہے۔ اگر آپ بدعت کی حقیقت سے آگاہی چاہتے ہیں تو تطبیق اور اعتدال پر مبنی تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے: (تحریر نمبر۔5: رسالت کا حقیقی تصور)

(آڈیو لیکچرز: گفتگو نمبر: 11 (اول، دوم، سوم)

(11)...... بڑے گروہ بڑے جنازے کو حق کا معیار بنانا

کسی کے ہدایت یافتہ یا اہل حق ہونے یا نہ ہونے کا معیار قرآنی آیات اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ یعنی کون کتنا آیات کو من وعن مانتا اور کتنا نہیں، اسی قدر وہ ہدایت کے قریب اور دور ہوگا۔ لیکن جب انسان اس معیار پر نہیں ہوتا تو پھر کبھی کسی چیز کو اور کبھی کسی چیز کو اپنے اہل حق ہونے کا معیار و پیمانہ بنا لیتا ہے۔ چنانچہ اسی دھوکے کا شکار ہو کر بعض لوگ اپنے گروہ کی کثرت، بڑی جماعت، بڑا جتھہ ہونے کو حق کا معیار بناتے ہیں۔ جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ قرآن مجید کو جہاں سے بھی کھولیں، قرآن یہی اعلان کرتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہمیشہ گمراہی پر ہوتی ہے، اکثریت بات تسلیم کرنے والی نہیں ہوتی، اکثریت علم پر نہیں ہوتی، اکثریت شکر گزار نہیں، اکثریت عقل کا استعمال نہیں کرتی، بلکہ فسق و فجور پر ہوتی ہے۔ اسی طرح بڑا جنازہ ہونا بھی اہل حق ہونے کا معیار نہیں۔ حقیقت حال جاننے کے لیے دیکھیے ہماری تحریر: (تحریر نمبر۔13: طاقتور ابلیسی دھوکے، باب۔۹)

(12)...... بیماریوں سے شفایابی

قرآن وسنت کے پختہ نصوص کو معیار حق بنانے کی بجائے کسی کے دم، دعا سے بیماری کی شفایابی کو معیار بنا کر قرآن وسنت سے بے بہرہ رہ کر ایسے لوگوں کو دین کا معیار و نمونہ بنا لینا

بھی نرا دھوکہ ہے۔

کچھ عرصہ قبل کچھ لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اہلِ سنت سے اہلِ تشیع مسلک میں اس وجہ سے چلے گئے کہ اہلِ تشیع کے بزرگوں کی طرف سے دم کردہ پھل (سیب) کھانے سے ان کو اولاد کی نعمت ملی۔ اب ان کا یہی کہنا ہے کہ اگر اہلِ تشیع حق مذہب نہیں تو پھر اتنا بڑا کام کیسے ہوا؟

یہ حسن اتفاق بھی ہوسکتا ہے۔ یقینی طور پر اسے دم کے ساتھ نہیں جوڑا جا سکتا۔ دراصل دین یہ نہیں کہ ایسی چیزوں سے متاثر ہو کر انسان فرقے بدلتا رہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقہ واریت سے بچتے ہوئے دلیل کی بنیاد پر حق بات کی پیروی کی جائے۔ حقیقت سے آگاہی کے لیے دیکھئے: (تحریر نمبر۔5: رسالت کا حقیقی تصور)

(13)...... محض شکل وصورت پر فیصلہ

تقویٰ و پرہیز گاری، حق وباطل اور ولایت کا معیار اسلام کے فرائض و واجبات اور حلال وحرام پر مبنی انتہائی ضروری تعلیمات (توحید پر آنا اور شرک سے بچنا، رسالت پر آنا اور آبا پرستی سے بچنا، سنت کو اپنانا اور بدعات سے بچنا، اخلاقیات و معاملات: منافقت، خیانت، جھوٹ، دھوکہ دہی، بددیانتی، بے حیائی...... سے اجتناب) کی بجائے صرف چند ظواہر (ظاہری وضع قطع) بلکہ شکل وصورت (حسن، چمک دمک، رنگ و رعنائی وغیرہ) بنا دینا۔ ظاہری وضع قطع اور شکل وصورت کی چمک دمک اگر اچھی ہے تو لوگوں کی نظر میں ولی اللہ ہے، خواہ کتنی ہی بڑی بڑی باطنی برائیاں اس میں موجود ہوں۔ فی زمانہ مسلمانوں کو ابلیس نے بُری طرح سے اس دھوکے کا شکار کرلیا ہے۔ اس ضمن میں حقیقت جاننے کے لیے دیکھئے ہماری تحریر:

(تحریر نمبر۔13: طاقتور ابلیسی دھوکے، باب۔۱۳)

(14)...... مال و دولت کی فراوانی

اچھے حالات، اچھی صحت، حسن وجمال، دنیوی ریل پیل کے ذریعے سے بھی ابلیس

انسان کو خوب دھوکے میں مبتلا کرتا ہے۔ ایمان وعمل کی موجودگی میں دنیوی خوشحالی باعث نعمت ورحمت ہے۔لیکن ایمان وعمل کے بغیر غفلت و نافرمانی کی زندگی پر دنیوی خوشحالی کو اللہ کا فضل وکرم خیال کرنا جبکہ کم آمدن والے اور مفلس و نادار اہل تقویٰ پر اللہ کی ناراضگی کا نتیجہ منطبق کرنا بہت بڑا شیطانی دھوکہ ہے، جس کے ذریعے ہمیشہ سے شیطان نے نسل انسانی کو فریب زدہ کیا ہے، جیسا کہ قرآن نے واضح کیا:

☆ ﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴾ (مریم: 19/ 73)

''جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیات تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں ہم دونوں فریقین سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں؟''

☆ ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ (الشعرا: 26/ 111)

''وہ بولے کہ (اے پیغمبر) کیا ہم تمھیں مان لیں جبکہ تمھارے پیروکار تو ذلیل لوگ ہیں۔''

☆ ﴿وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْ لَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴾

(الزخرف: 43/ 51 - 53)

''اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا، اے قوم کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے محلات کے دامن میں بہہ رہی ہیں (کیا یہ میری نہیں) کیا تم دیکھتے نہیں۔ بلاشبہ میں اس شخص سے جو عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کرسکتا میں اس سے کہیں بہتر ہوں۔ تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا یہ کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے پاس آتے۔''

پروردگار نے انسانیت کو اس انتہائی طاقتور ابلیسی دھوکے سے بچانے کے لیے فرمایا:

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝١٩٦ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٩٧﴾ (آل عمران: 3/ 196 - 197)

''کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں تمھیں دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ یہ تو فائدہ ہے بہت تھوڑا پھر انکا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنا بُرا ٹھکانہ ہے۔''

بلکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت فقرا کی تھی۔'' [1]

امید ہے شیطان کا یہ دھوکہ بے نقاب ہوگیا ہوگا۔

(15)......قلبی سکون

قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کو معیار نہ بنانے کی ایک اور بڑی وجہ قلبی سکون کو دلیل بنانا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم ٹھیک راستے پر نہیں تو ہمیں مختلف دینی اعمال میں ذہنی سکون کیوں حاصل ہوتا ہے؟ اس ضمن میں جب مختلف لوگوں کا مشاہدہ کیا گیا تو درج ذیل حقائق سامنے آئے:

(i) لوگ چونکہ اپنے اپنے پسندیدہ گروہ تک محدود رہتے ہیں اس لیے وہ خیال کرتے ہیں کہ صرف انہیں کے گروہ میں ایسی کیفیات پائی جاتی ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق ایسی کیفیات سب میں موجود ہیں۔

(ii) مسلمانوں کے گروہ تو درکنار اہل کتاب کفار کے اپنے مذہب پر برقرار رہنے کی بڑی وجہ ایسی ہی کیفیات ہیں۔ دور نہ جائیں پاکستان میں موجود عیسائی حضرات سے آپ بات کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کے گرجوں میں جانے کی بڑی وجہ وہاں ذہنی سکون حاصل ہونا اور مصائب وآلام کا دور ہونا ہے۔ ایسے مشاہدات ہمیں کئی عیسائیوں

[1] بخاری: 6547.

سے سننے کو ملے جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی۔ انکا یہی اصرار تھا کہ اگر ہمارا مذہب غلط ہے تو ہمیں ایسی کیفیات کیوں نصیب ہوتی ہیں......؟

قابل توجه! ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ کی بندگی سے ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا، یہ ضرور ہوتا ہے۔ جہاں اللہ کا ذکر ہو وہاں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو تسکین کا باعث بنتا ہے۔ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ جو بھی اخلاص سے اللہ کو یاد کرے گا اس پر اللہ کی رحمت ہوگی۔ لیکن ایسی کیفیات حق و باطل کے لیے حتمی دلیل نہیں ہوسکتیں، ابلیس کے دھوکوں سے بچنے کے لیے، حق و باطل کا معیار قرآن وسنت کے واضح احکام ہی ہیں۔ ہمیں انہیں کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ اگر قلبی سکون کو دلیل بنایا جائے تو پھر اس دعویٰ کی بنیاد پر (کلمہ گو اور بغیر کلمہ گو) حق پر ہیں۔

(16)......خوابوں کا دھوکا

خواب بھی رہنمائی کا ایک ذریعہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں جبکہ دیگر لوگوں کے لیے یہ رحمان کی طرف سے بطور رہنمائی بھی ہو سکتے ہیں اور ہوائے نفس اور ابلیس کی طرف سے بھی۔ جانچ اور پرکھ کیلئے کسوٹی شریعت کی تعلیمات ہی ہیں۔ اس ضمن میں مختلف نیک لوگوں (پیر حضرات) کی شکل میں ابلیس خواب میں آ کر غلط پٹیاں پڑھاتا ہے جیسے: گمراہی، شرک، باہمی عداوت و دشمنی، نقصان، قتل و غارت پر اکسانا وغیرہ۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ موٹ نبی بن کر بھی غلط احکامات جاری کرتا ہے۔ ابلیس خواب میں نبی کریم ﷺ کی صورت تو اختیار نہیں کرسکتا لیکن غلط راہ پر اکسانے کے لیے کسی بھی اور نورانی شکل میں آ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمھارا نبی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو (کسی دن) وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، رقم: 6993.

اس روایت کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔ اس ضمن میں صحیح حقیقت کے لیے دیکھئے ہماری تحریر:

(صراطِ مستقیم کی حقیقت اور جنت کا راستہ، باب ۷)

تاہم روایت کے دوسرے حصے یعنی ''شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا'' اس کی وضاحت یہاں بیان کی جارہی ہے۔ لہٰذا حقیقت حال سے آگاہی کے لیے اس روایت پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث پر امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول درج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلی صورت میں دیکھے۔'' ❷

یعنی خواب میں زیارت کی تصدیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شکل مبارک سے ہوگی جس کی یقینی تصدیق صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کرسکتے ہیں۔ کیونکہ شیطان کسی بھی اور شکل میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہارا نبی ہوں۔ زیارت کرنے والے لوگ مختلف قسم کے حلیے بتلاتے ہیں: کچھ کا کہنا ہے سفید لباس، سفید داڑھی، سفید عمامہ مبارک...... وغیرہ، حالانکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک ہوئی تو سر اور داڑھی مبارک ملا کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے۔ ❷ اس لیے خواب میں بھی تصدیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل حلیے مبارک پر ہی ہوگی اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ زیارت میں جو رہنمائی دی جارہی ہے وہ شریعت کے دائرہ میں ہے یا نہیں؟ مزید یہ کہ خواب پر رہنمائی بھی خواب دیکھنے والے شخص کے لیے انفرادی طور پر رہنمائی ہوگی نہ کہ اس کا اطلاق پوری امت پر کیا جائے گا۔ اس ضمن میں حقیقت حال کے لیے ملاحظہ کریں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی وضاحت۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ:

''سماع کے ساتھ اگرچہ نعتیہ قصیدے منع ہیں لیکن برادر عزیز میر نعمان اور کئی لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجلس مولود خوانی سے

---

❶ صحیح بخاری، رقم: 6993.

❷ دیکھئے: بخاری: 3548.

بہت خوش ہیں۔ اس وجہ سے اب ہمارے لیے اس کام کو ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا! ''کہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے جب منتہی اس کے مکر سے لرزاں اور ترساں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا کہنا'' مزید یہ کہ آپ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ شیطان تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا (لیکن کسی بھی اور صورت میں آ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تیرا نبی ہوں)۔'' [1]

آج بھی بعض لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آ کر فرمایا کہ قادیانی مذہب حق ہے اسے قبول کرلو وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا بچنے کا واحد حل قرآن و سنت کی تعلیمات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچا چکے ہیں نہ کہ خوابوں کو معیار بنانا۔ اُمید ہے بات واضح ہوچکی ہوگی۔

❀❀❀❀❀

---

[1] مکتوبات نمبر:273،ص۔585-586، جلد اول، مترجم، ضیا القرآن پبلی کیشنز، 2004۔

محترم ساتھیو!

اگر بات سمجھ آ گئی ہے تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں، اور اپنے دوسرے مسلمان بھائی جو قرآن کے نور سے بے بہرہ ہو کر ہدایت سے دور ہیں، اُن تک یہ پیغام پوری کوشش سے پہنچائیں۔

اللہ کی حمد و ثنا اور اس کا کروڑ ہا شکر ہے جس کے بے پناہ فضل و کرم سے ہدایت کے ضمن میں یہ اہم ترین تحریر کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ کے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر جنہوں نے اللہ کی خالص تعلیمات ہم تک پہنچا کر ابلیس کی ہر چال سے آگاہی فرما کر اپنی اُمت کو اس مکار دشمن سے بچانے کی راہ بتلائی۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان اولیاء کرام، بزرگان دین پر جنہوں نے توحید و رسالت پر قائم رہ کر دنیا کو آخرت کے تابع کر کے مرغوبات نفس کو لگام ڈال دی۔

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم و عمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔ اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور ان کی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ﴾

”اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔“

((وما توفیقی الّا باللہ۔))

❀❀❀❀❀

جلدی کریں!

ہماری زندگی اور موت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور، کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔ انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا۔ قرآنی احکامات سے دور، خود ساختہ سوچ، فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد و افعال پر گامزن، خواہشات کے رسیا، دنیا کی دلفریبیوں میں گم، آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من وعن سمجھا اور من وعن تسلیم کرلیا۔ اپنی سوچ، اپنے فرقے، گروہ، اپنے لیڈرز، اکابرین، امام، پیر اور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔ جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہوگا۔

اس لیے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔ جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں: ''اور (اے لوگو!) پیروی کرو اُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو کہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو جاتا۔ یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔ (اللہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور وتکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔'' [1]

[1] سورۃالزمر، آیت : 59 - 55.

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں ان کی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اس کا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔ رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 3/ 103)

''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ (الانعام: 3/ 159)

''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ ان کو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں۔

(ہمارا عزم)......سچائی کی پیروی

❀❀❀❀❀

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہِ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر و نواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد و عورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغامِ حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

تقریباً بیس سال بلاتعصب ہدایت کی تلاش کی انتھک محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فضل فرماتے ہوئے حقیقی ہدایت کی راہیں کھولیں۔ جب تک انسان کا دامن فرقہ واریت اور تعصب وتنگ نظری سے پاک نہ ہواسے حق بات سمجھ ہی نہیں آسکتی خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ بلکہ فرقہ واریت اور تعصب وتنگ نظری کی بیماری کی موجودگی میں علم جتنا زیادہ ہوگا، آیات کی غلط تاویل وتحریف کے باعث اتنی ہی بڑی گمراہی کا باعث بنے گا۔ اللہ کا سب سے بڑا کرم یہ کہ اس نے ہمیں فرقہ واریت اور تعصب وتنگ نظری کی نحوست سے بچا کر سچائی کو جاننے اور من وعن تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لہٰذا اس گہری کاوش کے نتیجے میں، ہدایت کے ضمن میں جو حقائق پروردگار نے کھولے، لوگوں کی آسانی کے لیے انہیں اختصار سے اس کتابچے میں قلمبند کیا گیا ہے۔ تا کہ ہدایت کے متلاشیوں کے لیے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر کے نور ہدایت تک پہنچنا آسان ہوجائے۔ وہ سارے حقائق کہ لوگ خود فریبی کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟ حق بات تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ گمراہی کو حق سمجھ کر کیوں اختیار کرتے ہیں...؟ اللہ کس کو ہدایت پر لائے گا اور کسے ہدایت سے دور رکھے گا...؟ اس تحریر میں واضح کردیئے گئے ہیں۔ اس سے استفادہ کریں اور اس روشنی کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ اللہ ہمیں دنیا وآخرت کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ (آمین)

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmat-islam.com

khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161